وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ

مضمون انعامی

اصول صدقات وخیرات اسلام

از قلم

مولوی امداد احمد خان صاحب زبیری

متعلم انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈہ

جس کے صلہ میں منجانب مجلس جشن میلاد النبی سکندرآباد ایک طلائی تمغہ عطا کیا گیا

بحسن اہتمام

محمد عارف معتمد مجلس میلاد النبی سکندرآباد

مطبوعہ

تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(ترجمہ) البتہ دین پسندیدہ اللہ کا اسلام ہے

اُصولِ اِسلام

اِسلام کے لغوی معنی

لغوی معنوں میں اسلام کے معنی فرمانبرداری ہیں۔ خواہ زبانی ہو۔ اور خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہو۔ اور اسکے اجزا میں سے اشرف کا نام ایمان ہے۔

اِسلام کس مذہب کو کہتے ہیں۔ اسلام وہ مذہب ہے جسکی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام نے شروع کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمیل فرمائی اور اسی کو جمیع انبیائے کرام نے دنیا کے سامنے پیش کیا کیونکہ دنیا میں شرک والحاد کا دور دورہ تھا اسلئے رحمت پروردگار جوش میں آئی اور ان خرابیوں اور بدعتوں کو دور کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ اور آپنے اسلام کے محاسن کو پورے طور اور واضح طریقہ پر دنیا کے سامنے پیش کردیا۔

مذہب اِسلام اور اسکے اُصول

دنیا گوناگوں بوقلمونیوں اور رنگارنگ موشگافیوں سے بھری ہوئی ہے صدہا مذاہب دنیا میں ہوئے جن میں بہت سے دنیا سے ناپید ہوگئے کہ ان کا نام ونشان بھی کوئی نہیں جانتا اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنکے پرستاروں میں ایک دو نہیں کروروں انسان ہیں اور ہر مذہب اپنے کو سب سے زیادہ با اصول سچا اور نجات ابدی کا ضامن اور دوسروں کو ہمیشگی کی سزا کا سزاوار بتایا۔ مگر یہ اسلام ہی کی شان ہے کہ جب وہ آیا اس

ڈنکے کی چوٹ اپنے "رحمۃ للعالمین" ہونے کا اعلان عام کر دیا۔ جسکے قانون میں نہ کوئی رو رعایت ہے۔ نہ کسی کی حق تلفی۔ صرف ایک حق پرستی شرط ہے آزادی و مساوات کا یہ عالم ہے کہ ایک حقیر سے حقیر انسان بھی اپنی حق پرستی کے ذریعہ سے بڑے سے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے یہاں ادنیٰ عالم و معافی دوام نہیں ہے یہاں خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں بیشمار دیوتاؤں اور معبودوں کی بھرمار نہیں بلکہ حکم ہوتا ہے کہ "تمہارا معبود ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے" خدائی کا کرشمہ ہے کہ آج سائنس بھی سینکڑوں برس کی تگ و دو کے بعد اسی منزل کے قریب تر پہنچ گیا ہے جہاں اسلام نے تیرہ سو برس پیشتر پہونچکر قادر مطلق کی وحدانیت کا سبق دنیا والوں کو دینا شروع کر دیا تھا۔ جس شخص نے اسلام کو پیش کیا اُس نے مال و متاع۔ ملک گیری۔ جاہ منصب کی خواہش نہیں کی بلکہ یوں ارقام فرمایا کہ "میں بھی تمہاری طرح سے انسان ہوں اور مجھ میں اور تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ میں اسکا پیغامبر بھی ہوں" جس مذہب کی آپنے تعلیم دی اور جس چیز کو آپنے دنیا کے سامنے رکھا وہ بلحاظ اپنی سادگی اور اعتدال پسندی کے بہترین مذہب ہے۔

قطع نظر اسکے دیکھیے کہ اسلام نے مذہب کے اعمال کو کس طرح معاملات زندگی سے وابستہ کیا ہے اور دین و دنیا کو کیسا ایک دوسرے سے جکڑا ہے اور یہی اسکے اصول فطرت کے عین مطابق ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے اسنے خدا کا تعلق دل سے رکھا ہے ہاتھ پاؤں سے نہیں رکھا ہے حسن معاشرت کو کثرت اطاعت پر مرجح کیا ہے۔ اور آج اسلام کی ضیا پاشیوں سے دوسرے مذاہب بھی متمتع ہو رہے ہیں۔ اصولی عقیدوں کے علاوہ معمولی باتوں پر نظر ڈالئے اور ذرا ذرا سی باتوں کو دوسرے مذاہب کے اصولوں سے ملا کر دیکھئے تو اصل حقیقت آشکارا ہو جائیگی۔ کیا عبادت کے بلانے کے لئے اذان سے

بہتر اور اچھی صورت اور کوئی ہو سکتی ہے۔ جسکے ذریعہ عقائد اسلامی کا اظہار اور خدا کی وحدانیت بزرگی اور بڑائی کا اقرار کیا جاتا ہے۔ رسالت کی شہادت اور لوگوں کو سلامتی و فلاح کی دعوت پیش کیجاتی ہے برخلاف اسکے کہیں ناقوس بجایا جاتا ہے اور کہیں گھنٹے پیٹے جاتے ہیں لیکن یہ چیزیں کیا اللہ اکبر کی دلکشی کو پہنچ سکتی ہیں؟ اسکو رہنے دیجئے آئیے اور ایک بات بتائیں۔ کیا السلام علیکم سے زیادہ موزوں پر معنی۔ بارعب خطاب مخاطبت کیلئے کوئی اور ہو سکتا ہے؟ جسکے معنی ہیں کہ سلامتی ہو تم پر۔ کیا ایسی دعا کوئی مذہب مخاطبت کے لئے پیش کر سکتا ہے؟ کورنش، بندگی۔ آداب، نمسکار، وغیرہ جسقدر معمول ہیں انسے ہر شخص واقف ہے ایک انگریز سے ملئے تو مخاطبت کے جو الفاظ ہیں وہ مہمل اور بے معنی ہوتے ہیں، کیا اچھی صبح، شام اور رات ہے؟ آخر اسکے کیا معنی ہوئے ایک چینی سے ملئے تو وہ کان پکڑ کر جیب نکالکر سینہ پر ہاتھ رکھ لیگا غرض کوئی قوم اور کوئی مذہب اسلام جیسا سلام بھی اپنے یہاں پیش نہیں کر سکتا جسمیں اسقدر جامعیت ہو۔ پھر مزا یہ ہے کہ السلام علیکم کے بعد وعلیکم السلام کہنا مخاطب پر فرض ہو جاتا ہے۔

اسلام اپنے معتقدین کے روزمرہ کی زندگی کے ہر کام میں ساری ہے۔ اور نہ لذات کو ترک کرنے کو فطرت کے مانع ہوتا ہے۔ راہبانہ زندگی جیسی کہ عیسائیوں میں ہے۔ اور برہم چاریہ جیسا کہ ہندوؤں میں ہے اسکو خلاف فطرت انسان جانکر اسلام ایسی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ وہ جوگیوں ایسی زندگی کو احسن جانتا ہے آخر یہ کیا عبادت ہوئی کہ انسان نے ہاتھ اوپر کیا ہے تو اسکو نیچا نہیں کرتا یہانتک کہ وہ سوکھ جاتا ہے اب اسلام کی روشنی میں یہ ریاضتیں اپنی کمزوری کو ظاہر کرتی جاتی ہیں۔

مذہب کے اصول سادہ، عام فہم اور فطرت کے مطابق ہونے چاہئیں جس پر چند آدمی نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں عامل ہوں اور جسکو بچہ۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد۔ اچھا۔ بیمار۔ ہر ملک ہر زمانہ اور ہر موسم میں ادا کر سکے۔ مثلاً مذہب جین کا اصول ہے کہ جب تک انسان روزانہ غسل نہ کرے اسوقت تک کھانا نہ کھائے اس اصول کا جہانتک بدن کی صفائی سے تعلق ہے بہت اچھا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس پر ہر شخص ہر موسم۔ ہر حالت اور ہر ملک میں کاربند ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مذہب جین نے انگدیس جہاں پانی افراط کیساتھ ہے نشو نما پائی ہے وہاں کے لئے یہ اصول تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر دوسرے مقامات پر جہاں پانی کی فراوانی نہیں اس اصول پر کاربند ہونا مصیبت میں پڑ جانا ہے پینے کے پانی کے لالے پڑ جاتے ہیں چہ جائیکہ غسل کیلئے علاوہ بریں ایک شخص بیمار ہے غسل کرنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہے ایسی حالت میں اگر وہ نہ نہائے تو بھوک کے مارے مرجائے گا اب اسکے لئے دو ہی باتیں رہجاتی ہیں یا تو مذہب کے اوپر جان عزیز قربان کردے یا اسکے اصول سے روگردانی کرے وہ لامحالہ مذہب سے پھرے گا کیونکہ وہ فطرت کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔

لیکن دوسری طرف اسلام میں اسطرح کی دشواریاں نہیں ہیں اسلام نے طہارت کو ایک اصل اصول مانا ہے اور اسکے متعلق بہت کچھ تاکید کیگئی ہے مگر سب میں فطرت کو پیش نظر رکھا ہے نماز کے لئے وضو کرنا لوازمات میں سے ہے مگر اسمیں بھی آسانیاں پیدا کردیگئی ہیں۔ پانی نہ ملے یا پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے بیماری ہوجانے یا بڑھ جانے کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرلینے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

شاستر میں کریا کرم کرنے اور مردے کے جلانے میں تیل، گھی، لکڑی وغیرہ کی خرچ کا

جو حساب دیا ہے وہ کبھی سو روپیہ جاکر بیٹھتا ہے۔ کیا آجکل غریب لوگ اسپر عامل ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں برخلاف اسکے اسلام نے جو حساب بتایا ہے وہ بہت ہی آسان ہے اور حکم یہاں تک ہے کہ اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو صرف ایک پیسہ کا بوریا یا پاک چادر میں لپیٹ کر دفن کردو۔

غرض اسی طرح کھانے۔ پینے۔ ملنے۔ جلنے۔ اٹھنے۔ بیٹھنے۔ اور تمام ضروریات زندگی کے متعلق چاہے وہ عبادت و ریاضت ہوں خواہ دین و دنیا کے معاملے۔ اسلام نے جو اصول منضبط کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جنپر انسان کاربند ہو کر ایک حقیقی اور سچی زندگی بسر کر سکتا ہے کیونکہ اسلام کے اصول فطرت انسانی سے پوری طرح مطابق ہیں اور یہی وہ بات ہے جسکی وجہ سے دوسرے مذاہب اپنے پیرؤں کی دلجمعی نہیں کر سکتے۔

اسلام کی بنیاد کن باتوں پر ہے

ایک صحابی رضؓ نے آنحضور صلعم سے دریافت کیا کہ اسلام کس کو کہتے ہیں ارشاد ہوا کہ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی الْخَمْسِ شَہَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ ترجمہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے اسکا اقرار کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں دوم نماز پڑھنا۔ سوم زکوٰۃ دینا۔ چہارم حج کرنا۔ پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔

اب ہم پہلے عقائد اسلام سے بحث کرینگے اور بعد ازاں اعمال و عبادات سے۔

عقائد اسلام

پس مندرجہ ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ اسلام کا سب سے پہلا اصول عقیدہ ہے اور عقیدہ میں وحدانیت اور رسالت کا اقرار ہے۔

توحید

توحید قبل از اسلام - اسلام سے قبل لوگ مقامی اور قومی بتوں کی پوجا کرتے تھے اپنے سے ہر زیادہ قوت والے کو دیوتا جانتے اور ہر ایک غیر معمولی واقعہ کا ایک جداگانہ دیوتا مان لیا کرتے تھے معبود پرستی کا یہ زور ہوگیا تھا کہ آگ، پانی، ہوا، سورج، چاند، آسمان، ستارے، درخت پہاڑ، جانور، دریا۔ غرض۔ ہر چیز انکی دیوتا تھی جنکے سامنے وہ عجز و انکسار کے ساتھ حاضر ہوتے اور اپنی دلی تمناؤں کا مداوا چاہتے۔

(۱) ہندوؤں نے اندرا کو طوفان، بجلی، اور بارش کا دیوتا مانا۔

(۲) یونانیوں نے مشتری کو خدا جانا۔

(۳) اہل عرب نے سورج اور تاروں کو خالق بتایا۔

(۴) مجوسیوں نے آگ کو پرتو خدا سمجھا۔

(۵) یہود اور نصاریٰ ان سب سے بڑھ گئے اگرچہ خدائے واحد کے ماننے کی تعلیم دی مگر اسی کے ساتھ انہوں نے اپنے نبیوں کو بھی اس ذاتِ بے ہمتا کا شریک گردانا کیونکہ وہ

وحدانیت میں اسقدر پختہ نہیں ہوئے تھے کہ ذات باری کی وحدانیت کو سمجھ سکتے انہوں نے خدا کو ایک بڑا عظیم اور زبردست انسان سمجھا۔ اور انسانی صفات سے متصف۔ اسلئے اُنکے نزدیک اسکے بیٹا بیٹی ہونا خلاف قیاس نہ معلوم ہوا۔ اکبر نے اسی موقع کے لئے کہا ہے۔

بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کردیں۔

قرآن اس باطل عقیدہ کو غلط ثابت کرتا ہے

قرآن شریف میں اس عقیدہ کی مذمت خدا بدیں الفاظ کرتا ہے کہ "اور انہوں نے کہا کہ خدا کا بیٹا ہے۔ یہ تمنے ایسی سخت بات کہی کہ عجب نہیں اسکی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں کہ انہوں نے اللہ کا بیٹا کہا اور خدا کی شان کے بہت بعید ہے کہ اُسکے بیٹا ہو۔ یہاں آسمان و زمین میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اُسکے بندے ہیں"

توحید اسلام کی روشنی میں

برخلاف ازیں اسلام کی تعلیم ہے کہ خدا واحد مطلق ہے اور شائبہ شرک تک سے پاک وصاف ہے ارشاد ہوتا ہے کہ "اے رسول کہدے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔ نہیں جنا اس نے کسی کو اور نہیں جنا اسکو کسی نے اور نہیں ہے اسکا رشتہ دار کوئی ایک بھی (سورہ اخلاص)"

پس معلوم ہوا کہ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُسی کا ہے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اُسی کے محتاج ہیں وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا جو چاہا کرتا ہے اور جو چاہیگا کریگا اسکو کسی کی امداد کی ضرورت نہیں وہ نہ وقت میں مقید ہے اور نہ جگہ میں محدود وہ سب پر حاکم ہے اسمیں بیشمار صفات خداوندی ہیں اور وہ ہر آن ایک قانون پر دوڑی جاری ہے

اسلام خدا کے تصور کرنے کو منع کرتا ہے

غرض وہ ایک ایسی ذات اور صفات ہے جس کا نہ کوئی تصور خود کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو سمجھایا جا سکتا ہے کیونکہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اسکے مشابہ نہیں ہے اور خدا کی ذات وصفات کا دنیا کی کسی روح یا جسم میں ظاہر ہونا محال ہے اسلام کی تعلیم تو یہاں تک ہے کہ اسکے تصور کرنے کی کوشش ہی کرنا خلاف ہے اور اسی مصلحت کو مدنظر رکھکر اسلام نے نماز میں آنکھیں بند کرنے کو منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے آدمی جب خدا کا تصور کریگا تو لامحالہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ یا شخص کا تصور ہو سکتا ہے اور یہ بت پرستی کی ایک صورت ہو جائیگی اور اس واسطے کسی چیز کو سامنے رکھکر عبادت کرنیکی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ تصویر کھچوانا اور بت تراشی کو سختی کیساتھ منع کر دیا ہے

اسلام بغیر سوچے سمجھے کسی بات کے اقرار کو مذموم ٹھیراتا ہے

مذہب اسلام ایک ذی عقل وخرد انسان پر اس بات کو حرام کرتا ہے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے کسی چیز کا اقرار کرے۔ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ "اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اسوقت تم کچھ نہ جانتے تھے اور تم کو کان اور آنکھیں دیں اور دل دئیے تاکہ انکا شکر کرو"۔ اس قسم کی آیات سے یہ بات ذہن نشین کرنی مقصود ہے کہ ہم کو خدا نے حواس عطا فرمائے ہیں اور بہت سی قوتیں ہم میں مضمر ہیں جنکو ہم ان کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں جنکے لئے یہ عطا کئے ہوئے ہیں۔ پس ہر شخص خود اپنے کام کا کرنے والا اور بھلائی برائی کا جواب دہ ہے۔

حواس پر ایک زبردست قوت کا تسلط

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہم ایک زبردست قوت پاتے ہیں جو ہمارے تمام حواس وقویٰ پر پوری طرح مسلط ہے اور حکم اپنا ان پر چلاتی ہے اور

انکو قوت پہنچاتی ہے - اس قوت کی تہ کو پہنچنا ہماری عقل کا کام نہیں ہے - ہمارے ہوا س ہمارا ادراک ہماری سمجھ اسکے سمجھنے سے عاجز اور لاچار ہے - پس اس قوت کی طرف توجہ کرنی اور سر جھکانا چاہیئے اسلئے کہ تمام قوتوں کا مرجع خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نہیں جو جزا و سزا کے دن آزادی کیساتھہ حکومت کریگا -

خدائی صفات قرآن کی روشنی میں

قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وھو العزیز الحکیم ترجمہ وہ اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں سب کا بادشاہ بڑی عزت والا ہے - زبردست بڑی عظمت والا - وہ اللہ ان سب باتوں سے پاک ہے - وہی اللہ ہے، پیدا کرنے والا، بنانے والا، طرح طرح کی صورتیں دینے والا اور جتنی عمدہ صفتیں ہیں سب اسکے لئے ہیں - اسکی پاکی بیان کرتی ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمان اور زمین میں ہیں اور وہ بڑی عزت والا، اور بڑی حکمت والا -

غرض توحید جسکو اسلام نے پھیلایا اسقدر کامیابی کے ساتھہ پھیلی کہ آج ہندوؤں کے بھی بہت سے فرقے اس بات کے معترف ہیں کہ ہندو مذہب کے اکثر مسالک میں پرستارانِ توحید موجود ہیں - دیکھو کبیر کسقدر زور شور اور گرونانک کسقدر سچائی کے ساتھہ وحدانیت کی تعلیم کر رہے ہیں - اسی طرح اگرچہ عیسائی دنیا اپنے عقائد میں تثلیث پرست ہے مگر توحید کی طرف مائل ہے اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے عقائد اس باب میں پیش کئے جاسکتے ہیں -

رسالت

رسالت کی شان نزول

توحید کے ساتھ ساتھ تصدیق رسالت بھی اسلام کا ضروری ولازمی جز ہے کیونکہ جہاں خداوند جل وعلا اپنی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے وہیں اس بات کو بھی صاف کر دیتا ہے کہ جس کے ذریعہ وحدانیت کا حکم بھیجا جاتا ہے وہ میرے رسول اور پیغامبر ہیں۔ اسکی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی کہ دنیا کے ذرا ذرا سے معاملات میں انسان چھان بین کرتا ہے تو مذہب میں تو لوگ اور زیادہ معاملات کو صاف کرانیکی کوشش کرینگے لہذا خدا نے صاف کر دیا ہے کہ جو احکامات اور جو باتیں یہ سنائیں گے یا بتائیں گے وہ خاص خداوندی احکام ہونگے۔

رسالت کی خدائی سند

دنیا کا قاعدہ ہے کہ قاصد کے پاس سند ہوتی ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ قاصد فلاں حکومت کا یا فلاں شخص کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اسلئے خدائے بزرگ وبرتر نے آنحضور صلعم کو بھی ایک سند بدیں مضمون عطا فرمائی کہ۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (ترجمہ) نہیں ہے کوئی سوائے اللہ کے اور محمد اسکے رسول ہیں۔" پھر دوسری جگہ اسکی مزید تکرار یوں فرمائی جاتی ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہٗ (ترجمہ) کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے کہ وہ ایک ہے اسکا شریک نہیں ہے کوئی اور گواہوں میں اسکا کہ محمد بندہ ہے اسکا اور رسول اسکا ہے"

کیا اس سے زیادہ صاف اور واضح سند کی ضرورت ہے جبکہ رب العالمین خود رسالت کی گواہی دیتا ہے

علاوہ بریں نبی کریم صلعم ہی کا احسانِ عظیم تھا اور آپکی ہی فیضانِ تعلیم جسکی وجہ سے آج ہم سارے مذہبوں پر برتری کا دعوےٰ کرتے ہیں اور کیا آپ ہی کا اسوۂ حسنہ نہیں ہے جو مشعل راہ ہدایت ہمارے لیئے ہے تو کیا ہم ان عظیم احسانات کا اتنا بھی احسان منائیں کہ جسکے عوض ہم حضور کی رسالت کی تصدیق تو کردیں۔

رسالت حضور کریم دوسرے مذاہب والوں کی نظر میں

ہم اب بتائیں گے کہ دوسرے مذہب والوں کے خیالات نبی آخر الزماں کے متعلق کیا ہیں۔

بابا نانک سکھوں کے پیشوائے اعظم فرماتے ہیں (۱) باجہ محمدؐ بھگت آجائیں (ترجمہ بغیر توسل حضرت محمدؐ صلعم کے عبادت ضائع ہے (۲) پہلا نام خدا، دوجا (دوسرا) نام رسول تیسرے حکم پڑھ پڑھنے نانکا (نانک کا) جو درگہ (درگاہ) پویں قبول قبول ہوئے (۳) گوشائیں جی فرماتے ہیں۔ کاشی کروب بید میں۔ تیرتھ سب کا نام۔ بیکنٹھ باسان پائے (نجات ابدحاصل ہی نہیں ہو سکتی) بنا محمدؐ نام۔

یوروپین مورخین اسلام اور نبی کریم صلعم میں برائیوں کے جویا رہتے ہیں مگر حق کی روشنی میں سب ماند پڑجاتے ہیں اور آخر کار سچائی کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور یہاں اگر دشمن ہے دشمن بھی سر نیاز جھکا دیتا ہے۔

تاریخ محمدؐ مصنفہ مسٹر جون ڈیون پورٹ میں مرقوم ہے کہ آپ فی الحقیقت خلق اللہ کے بڑے مربی نفع رساں تھے آپنے ہرگز فریب نہیں کیا آپکو دلی یقین ہو گیا تھا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کیطرف سے رسالت کا حکم دے گئے ہیں۔

تاریخ روما باب ۵ جلد ۶ میں مشہور مورخ اڈورڈ گبن تحریر کرتا ہے کہ " ہر ایک مذہب آئین بانی مذہب (آنحضرت صلعم) کی مذہب نہیں تھے بلکہ آپنے تو اس مذہب کو پیش کیا جسکی تعلیم جملہ انبیا اولوالعزم دیتے آئے تھے ہاں یہ ضرور ہے کہ آپنے کام تعلیمات کو مکمل فرما دیا) کی تاثیر سے اسکی تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے چنانچہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اور حق کی نصیحتیں ہیں اور انکے افعال بہت سی نیکیوں کے نمونے۔ ۳

۳ اسی کے ساتھ ساتھ کسقدر حقانیت ہے کہ حضور کی رسالت کیا تھہ دوسرے انبیائے سابقین کی عظمت و عزت اور رسالت کو بھی جزو ایمان ٹھہرایا ہے بس رسالت کے بغیر توحید کامل ہوئی نہیں سکتی اور یوہی کیونکر سکتا ہے یہ تو وہ نقش ہے جو توحید کے رائج الوقت سکے پر کندہ ہے "

اعمال و عبادت

توحید کی طرح اسلام نے عبادات بھی ضروری و لازمی قرار دیئے ہیں اور بغیر انکے اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ کیونکہ عبادت کے معنی بندگی کے ہیں۔ اور جب خدا کا اقرار ہمنے اپنی زبان سے کیا تو لامحالہ عبادت فرض ہو جاتی ہے اور خدا کی خدائی سے کوئی منکر نہیں ہو سکتا پس سوال طریقہ عبادت کا رہ جاتا ہے۔ جس کے متعلق ہر مذہب نے نئے نئے طریقہ بتائے ہیں کہیں آسن جما کر بیٹھنا عبادت ہے۔ کہیں خواہشات کو مارنا عبادت ہے۔ اور کہیں ہاتھ پاؤں کو سن کر لینا عبادت ہے۔ کہیں آگ کے چاروں طرف پھرنا عبادت ہے اور کہیں دنیا سے منہ موڑ کر پہاڑ و جنگل میں رہنا عبادت گردانا گیا ہے غرض اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے۔ عبادت سے مطلب یہ ہے کہ۔ اپنی بے چارگی۔ عجز و انکسار اور خدا کی بزرگی عظمت اور بڑائی ظاہر کی جائے۔ اب یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ عبادت کونسی ہے۔ جس میں یہ باتیں پائی جائیں۔ ہم نے جس قدر عبادت کا اوپر ذکر کیا ہے۔ کیا وہ ان باتوں کو پورا کرتی ہیں۔ ان عبادات سے انسان فطرت انسانی کے برخلاف کرتا ہے اور ان کو ہر شخص ادا بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ انسانی طبائع کے برخلاف ہے دوسری طرف ہم بتائیں گے کہ اسلام کی عبادات عین فطرت کے مطابق ہیں اور اس ذیل میں ہم سب سے پیشتر نماز کو لیتے ہیں۔

نماز

طہارت | نماز میں اولین شرط طہارت کی ہے جسکے معنی صفائی و پاکیزگی کے ہیں اور اسلام نے

جسم ولباس کی پاکی پر بڑا زور دیا ہے۔ بغیر اس کے کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام نے عبادت وطہارت کو لازم وملزوم کر دیا ہے۔

سائنس وحکمت کی رو سے طہارت

دنیا کا ہر مذہب اور ہر حکمت وسائنس حسب طہارت پر بہت زور دیتے ہیں۔ کیونکہ صرف اُن کے نہ ہونے کی وجہ سے کثافت و غلاظت بدنی وجسمانی نشوونما پا کر انسانی زندگی اور صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر کثافت کی وجہ سے بدن کے مسامات بند ہو جائیں تو اندرونی فضلات وبخارات باہر نہیں نکل سکتے اور اسکے باہر نہ آنے پر انسان گوناگون تکالیف وبیماریوں میں گھر جائیگا۔

طہارت نہ ہونے کی وجہ سے انسان مضمحل رہنے لگتا ہے۔ دماغی کیفیت ٹھیک نہیں رہتی اور طہارت وغسل کے بعد طبیعت ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اور خیالات فاسد دماغ سے نکل جاتے ہیں اور دل ودماغ نیکیوں کی طرف رہبری کرتے ہیں۔

ان ہی بیش بہا اصولوں پر اسلام کا رنبد ہے غسل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اور اسی واسطے نماز سے پہلے وضو فرض کیا گیا ہے۔

طہارت وضو

وضو طہارت کی سب سے بہترین صورت ہے۔ ہر نماز سے پیشتر وضو کرنا فرض ہے۔ اور موجودہ طبی اصول کی جملہ باتیں اس میں پوری طرح آجاتی ہیں یعنی ہاتھ دھونے کے بعد دن میں پانچ دفعہ کلیاں بھی کرنی پڑتی ہیں تاکہ مسوڑوں میں جو مواد پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اسکی صفائی ہوتی رہے۔ آج دنیا دانتوں کے امراض میں مبتلا ہے۔

وجہ یہہ ہے کہ کلی نہیں کی جاتی۔ دانتوں اور مسوڑوں کی صفائی نہیں ہوتی آجکل جہاں دیکھو پایئریا۔ دانتوں کی بیماری ہے اکے مریض ملیں گے دانتوں اور مسوڑوں کی خرابی کیوجہ سے معدہ بھی پوری طرح کام نہیں کرتا۔ ہاتھ منھ جب پانچ وقت دہلیں گے تو اس سے زیادہ صفائی کیا ہوگی۔ اور جسم کے کل کھلے ہوئے حصے دن میں پانچ دفعہ صفائی حاصل کرتے رہیں گے۔ ناک میں پانی ڈ لیگا۔ کان کا اندرونی حصہ انگلیوں سے صاف کر دیا جائے گا۔ اور پاؤں بھی دھوئے جائیں گے کیا کوئی مذہب طہارت کی اس سے زیادہ جامع نظیر پیش کر سکتا ہے اس کے علاوہ کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا ضروری ہے تا کہ کل جسم انسانی کی صفائی ہو جایا کرے۔

اسی کے ساتھ حکم ہے کہ پوشاک بھی پاک ہو اور کسی طرح کی غلیظ چھینٹیں اسپر نہ پڑی ہوں اور پڑ جائیں تو جب تک ان کو پاک نہ کر لیا جائے عبادت نہیں کیجا سکتی۔ آج یورپ کی صفائی کو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر حیف ہے کہ مسلمان اسطرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ انکا مذہب تو تیرا صدی سے اس بات کی اشاعت کر رہا ہے۔ اور کیا یورپ اسلام کے مقابلہ میں صفائی کا مقابلہ کر سکتا ہے پاخانہ پیشاب کے بعد کیا وہ حیوان نہیں ہوجاتے۔ پیشاب پاخانہ کے بعد حیوان وانسان میں کیا فرق ہوتا ہے۔ برخلاف ازیں اسلام نے اس کے متعلق بھی قواعد منضبط کئے ہیں۔ اور مزا یہ ہے کہ صفائی کہ یہ اصول پہلے پہل ایسے ملک میں پیش کئے گئے جہاں پانی کمیاب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا رحمت اللعالمین ہونے کا دعوی بالکل ٹھیک ہے۔ وہ اسپر جسقدر فخر کرے کم ہے

نماز ضبط اوقات کا درس دیتی ہے

نماز پانچ وقت کی ہر مسلمان پر فرض کی گئی ہے اور اس کے اوقات کا تعین کر دیا گیا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ انسان ہر حالت میں پابندی اوقات کو ملحوظ خاطر رکھے آج موجودہ روشنی کے ہم جیسے مسلمان ہیں کہ یورپ والوں کی پابندی وقت کے گن گاتے ہیں مگر افسوس عقلوں پر ہے کہ جو کام ہمارے کرنے کے تھے انکو اغیار پورا کر رہے ہیں۔ ہمکو تو روزانہ پانچ وقت نماز تعلیم کرتی ہے کہ اے مسلمانوں وقت کی پابندی کرو۔ مگر ہم جو کچھ سنتے یا دیکھتے ہیں وہ سب یورپ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ کیا نماز سے زیادہ ضبط اوقات کی دوسری نظیر ہو سکتی ہے۔

نماز عجز و انکسار سکھاتی ہے

نماز سے جل و علیٰ کی بزرگی۔ کبریائی پاکی اور رحم و کرم کا اظہار ہوتا ہے اور اپنی عاجزی انکساری بے چارگی کا اقرار۔ اور جب انسان اپنے کو حقیر سمجھتا ہے۔ تو اسمیں عجز خواہ مخواہ آجاتا ہے۔

اجتماع نماز

نماز با جماعت ادا کرنیکے بڑے فائدے بیان کئے گئے اور ثواب بھی زیادہ فرمایا گیا ہے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ جب سب نمازی ساتھ نماز پڑھیں گے تو انکا رعب دوسروں پر خوب پڑیگا۔ دوسرے متحد ہونے کے فوائد سے ہر شخص واقف ہے اس سے اتحاد اور ارتباط پیدا ہوتا ہے۔

نماز اطاعت کی تعلیم دیتی ہے

نماز ایک فوج کا نقشہ پیش کرتی ہے جو ایک کمانڈر (امام) کے زیر تحت اسکے حکم پر رکوع و سجود کرتی ہے۔ اور اس سے اطاعت فرمانبرداری اور تابعداری حکم کو بے چون و چرا ماننے کی تعلیم ملتی ہے۔

نماز سحر خیزی کی عادت ڈالتی ہے صبح کی نماز کا وقت پو پھٹنے کے بعد سے سورج نکلنے کے وقت تک رہتا ہے۔ صبح اٹھنا تمام دن کی مسرت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اسوقت قدرت اپنے پورے بہار پر ہوتی ہے اسوقت کے اٹھنے سے انسان کو کام کرنے کا وقت زیادہ مل جاتا ہے اسوقت کا اٹھنا دماغ و دل کے لیئے معجون کا کام دیتا ہے غرض ایک نماز ادا کرنے سے ہم طرح طرح کے درس حاصل کر لیتے ہیں۔

روزہ

روزہ رکھنا بھی عبادت میں داخل ہے۔ اس کا وجود ہر قوم و مذہب میں ہے عربی میں صوم۔ سنسکرت میں برت اور انگریزی میں فاسٹ کہتے ہیں یہود و نصاری میں بھی اسکا رواج ہے مگر موجودہ روشنی کے لوگ اس کو رسم جاہلیت کہتے ہیں۔ مگر ہم ان کے فائدے پوری طرح پر واضح کردیں گے۔

روزہ کا اثر صحت پر ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے میں ہفتہ میں ایک دن فاقہ کرنے سے انسان بہت سی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ اشتہا سے کم کھانا صحت قائم رکھنے کے لیے ضروری و لازمی ہے۔ پانی جس قدر کم پیا جائے وہ صحت کے لئے اچھا ہے۔ کیونکہ انسان کی فاسد رطوبات کی تنقیح ہو جاتی ہے۔ الغرض صحت قائم رکھنے کے لئے روزہ ضروری ہے۔

روزہ کا اثر اخلاق و پرہیزگاری پر روزہ رکھنے اور خالی پیٹ رہنے سے انسان کے خیالات فاسدہ دور ہو جاتے ہیں اور بھوک پیاس کی شدت میں نرمی و بردباری آجاتی ہے۔ سرکش اور بد مزاج درواانہ ہو کر حلم و انکساری کے ساتھ ساتھ پرہیزگاری

کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

روزہ دوسروں کی تکلیف میں امداد کرنا سکھاتا ہے

روزہ رکھنے والے جب بھوک اور پیاس کی تکلیف خود سمجھیں گے تو دوسروں کی تکلیف دیکھ کر اُن پر ضرور اثر ہوگا۔ اور اس وقت جس قدر ممکن ہوگا وہ مصیبت زدوں اور بھوکوں کی مدد کریں گے روزہ سے انکی طبیعت خود بخود دوسروں کی امداد کے لیئے آمادہ ہوجائیگی اور انسان ہر شخص کی امداد کے لئے آمادہ تیار رہے گا۔

ضبط نفس کا سبق روزہ دیتا ہے

روزہ انسان کو مصیبتوں آفتوں تکلیفوں کے سہنے اور انپر جبر کرنے کا ایک عمدہ سبق ہے تا کہ اگر میدان جنگ کی سختیاں اور پہاڑوں جنگلوں کی مشقتیں ہوں تو وہ انپر قابو حاصل کرلے۔ یا اگر ایک دو دن کھانے کو نہیں ملے تو اس کو صبر کے ساتھ سہہ سکیں پس روزہ ہر قسم کی خواہشات نفسانیہ کو مغلوب کرنے اور صبر و تحمل کا خوگر بنانے کا سب سے اچھا طریقہ ہے۔

حج

حج کی حقیقت

خدا تعالی کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے نام پر کعبہ بنایا اس زمانہ سے لوگوں پر حج فرض ہوا جس کو اسلام نے اس قدر رونق اور ترقی دیدی۔

خانہ کعبہ کی عظمت

جس گھر کو خدائے بزرگ و برتر کے حکم سے ایک جلیل القدر پیغمبر تعمیر کرے اسکی عظمت و شان سے کون انکار کرسکتا ہے پہلے اسکا نام بیت ایل تھا پھر بیت اللہ ہوگیا ایک عرصہ تک اسمیں بتوں کی پوجا ہوتی رہی یہانتک کہ آنحضور مبعوث ہوئے اور آپنے شرک و الحاد کو دور کرکے وحدانیت کا مرکز قرار دیدیا۔ اس وقت سے ہر سال لاکھوں مسلمان اسکی زیارت کرتے ہیں

حج سفر کرنے کی تعلیم دیتا ہے اس سے سفر کرنے اور گھر سے نکلکر دور دراز ممالک میں جانے راستہ کی صعوبات برداشت کرنے، لوگوں سے تجربہ اور تبادلۂ خیالات کرنے تجارت کے وسایل سوچنے اسلام کی اشاعت کرنے کی ایک عالمگیر تعلیم حاصل ہوتی ہے اور حرکت میں برکت کی مثل کو سچ کر دکھاتا ہے

حج کا اثر تعلقات بین الاسلام پر مسلمان دنیا کے ہر ملک میں رہتے ہیں۔ اور یہ صرف حج ہی کی برکت ہے کہ ایک سیاہ بربری کا مسلمان مراکو کے ایک مسلمان سے مل لیتا ہے چونکہ تمام دنیا کے مسلمان حج کے موقع پر جمع ہوتے ہیں آپس میں ملتے جلتے ہیں اس سے اتحاد بین المسلمین بڑھتا ہے اور تعلقات پر ایک گہرا اثر پیدا ہوتا ہے۔

حج کا اثر مساوات پر حج کے موقع پر بڑے سے بڑا بادشاہ اور غریب سے غریب انسان ایک ہی لباس میں ہوتے ہیں کسی طرح کا تفاوت نہیں ہوتا خدا کے حضور امیر غریب ایک ہی وضع و قطع میں حاضر ہوتے ہیں اسی وجہ سے مساوات کا ایک بے پایاں اثر لے کر انسان وہاں سے لوٹتا ہے۔

حج سے اخوت کا نشو نما ہوتا ہے حج میں جب دنیا بھر کے مسلمان آتے جاتے ہیں تو ان میں ایک دوسرے سے محبت و ارتباط پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہاں جانے سے سب کا مقصد واحد ہوتا ہے۔ وہ احکم الحاکمین کے سامنے عجز و انکسار کے ساتھ حاضر ہوں اور اسکی عبادت کریں در اصل بات یہ ہے کہ حج کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ باہمی اخوت مساوات اور یکرنگی کا ثبوت دیا جائے۔ نہ عالم کو جاہل پر فخر اور نہ تخت نشین کو خاک نشین پر فوقیت اور ان باتوں کی مثال کے لئے اس سے بہتر کون موقع ہو سکتا ہے۔

شرائط حج حج کرنے کے لئے شرائط ذیل پر کاربند ہونا ضروری ہے (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) استطاعت سفر (۵) راستہ کا امن

زکوۃ

زکوۃ کی حقیقت زکوۃ ایک ٹیکس ہے جو خدائے تعالی نے محتاجوں غریبوں اپاہجوں بیواؤں یتیموں بیکسوں کی آسائش اور مدد کے لئے اور مالداروں اور صاحب استطاعت لوگوں کے دلوں میں فیاضی کا جوہر پیدا کرنے کے لئے فرض فرمایا ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنے زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں جس طرح بدن کی طہارت پانی سے ہوتی ہے اسی طرح مال کی طہارت زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا مقصد اسکا مقصد یہ ہے کہ ایک مالدار مسلمان اپنے غریب بھائیوں کا حق اپنے مال پر سمجھے اور اپنے مال کو اسوقت حلال سمجھے جو وقت وہ اپنے غریب بھائیوں کو کہلا کر خود کہائے اور اپنے مال سے غریبوں فقیروں محتاجوں اپاہجوں نان شبینہ کو محتاج بیواؤں نادار طالب یتیم بچوں غلاموں کی آزادی قرضداروں کی مدد اور مسافروں کی امداد کریں اور انکی خبر گیری کریں

زکوٰۃ کے خدائی احکام اور اسکا اجر عجب شان کریمی ہے دنیا میں تو دینے والے کو یہ فائدہ ہے کہ جان و مال کی دعاؤں سے مالا مال اور آخرت کا اجر با سوا۔ اللہ فرماتا ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا ۔ یَحْزَنُوْنَ (ترجمہ) جو کچھ بھی تم لوگ (اپنے مال) میں سے (خیرات کے طور) خرچ کرو گے تو خوب یقین رکھو اللہ اسکو جانتا ہے۔ جو لوگ رات دن چھپے اور ظاہر اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو اسکا ثواب انکے پروردگار کے یہاں انکو ملے گا اور قیامت میں نیز نہ انکو کسیطرح کا خوف (طاری ہوگا)، پارہ تلک الرسل۔ سورۃ بقرا صفحہ ٥٩

زکوٰۃ کس شخص پر فرض ہے زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جو آزاد و عاقل اور بالغ ہو۔ اور صاحب نصاب ہو یعنے اس قدر مال پر سال بہر تک قابض رہے جسپر کہ زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر اس کے مال پر قرضہ ہو اور قرضہ مالیت مال سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے (١) ٧½ تولہ سونا۔ (٢) دو سو درہم چاندی کم پر نہیں (٣) ٢٦ ½ روپیہ بہر سونا یا چاندی ہو۔ (٤) سونا چاندی کسی قسم کا ہو خواہ زیور۔ خواہ ڈلی۔ خواہ ظروف ہو سب پر زکوٰۃ ہے۔ گوٹا کناری اگر بقدر نصاب کے ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔ مال تجارت پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ جانوروں پر بھی زکوٰۃ فرض مثلاً ٤٠ بکریاں ہوں تو ایک سال بہر کے بعد دینی فرض ہے اور میووں پر بھی۔

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر فرض نہیں پہننے کے کپڑے اسباب خانہ داری۔ ہتیار اہل حرفہ کے روزانہ اور اہل علم کی

کتابیں اور اگر یاقوت لعل زمرد وغیرہ جواہرات تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں۔

مصارف زکوۃ (محتاج بھوکے کو۔ مقروض آدمی۔ پردیسی کو جو خرچ سے تنگ ہو وغیرہ۔ اس کے متعلق قرآن شریف میں حکم ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ۔ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (ترجمہ) خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے محتاجوں اور ان کارکنوں کا (مال) خیرات (کے حصول کرنے) تعینات) ہیں اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پھیرنا منظور ہے (اور مصارف مال) خیرات (یعنی زکوۃ) کو خرچ کیا جائے (نیز) قید غلامی (غلاموں کی گردنیں (کے چھڑانے) میں اور قرضداروں کے (قرضے میں اور دنیز) خدا کی راہ (یعنی مجاہدین کے سازو سامان میں) اور مسافروں کی (زاد راہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) صاحب تدبیر ہے (مناسب جگہ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے)

(وعلموا سورۃ التوبۃ صفحہ ۲۰۹)

وہ مواقع جن میں زکواہ صرف نہیں ہو سکتی مفصل ذیل موقوں پر زکوۃ کا مال صرف نہیں ہو سکتا۔

(۱) مسجد۔ پل مدرسہ۔ اور سڑکوں کی تیاری اور نہر کی کھدوائی میں۔ زکوۃ کے روپیہ سے حج کرانا (۲)۔ باپ دادا بیٹے پوتے کو (۳) خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو (۳) امیر یا اسکے نابالغ بچوں کو (۴) سید کو زکواۃ نہیں دی جا سکتی (۵) اپنے شہر کے علاوہ دوسرے شہر کے محتاجوں کو دینا مکروہ ہے بشرطیکہ اس شہر میں کوئی محتاج نہ ہو۔

مسلمان اگر زکواۃ دیتے رہیں تو کوئی مسلمان مفلس نہیں نظر آئیگا موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے لئے زکوۃ سب سے زیادہ ضروری سب سے زیادہ لازمی اور سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے پس اگر ہم مسلمان زکواۃ دینے سے پہلو تہی نہ کریں اور اپنے اس فرض پر عملدرآمد سختی کے ساتھ شروع کر دیں اور اس فرض کو فرض سمجھکر اسکے پورا کرنے کی طرف پورے انہماک کے

ساتھ متوجہ ہوجائیں تو پھر ادبار کے دل بادل جو مسلمانوں پر چھائے ہوئے ہیں فوراً گیٹ جائیں اور پھر غربا کے آرام و آسایش کے لئے ایک مستقل انتظام ہوجائے اور اگر زکوٰۃ کا مصرف تھوڑی سی اصلاح اور انتظام کے ساتھ کیا جاوے تو اسکی نتایج چندہی دنمیں بہت اچھے برآمد ہونگے اور کوئی مفلس و حاجتمند پریشان نظر نہ آئے گا۔ اور غربا و امرا میں باہمی ایسا ارتباط و اتحاد قایم ہوجائے گا جس کے اثر سے دونو کے لئے دنیا اک آرام گاہ بنجائے گی۔ اور مسلمانوں کی یہ عسرت و فلاکت اور ادبار عزت و حرمت و امارت میں متبدل ہوجائے گی۔

یورپین معاشرت اور اسکی خرابیاں

یورپین معاشرت کے زہریلے اثر کو اب ہر شخص محسوس کرنے لگا ہے۔ یہ زمانہ روشنی تمدن اور تہذیب کا زمانہ کہلاتا ہے مگر حقیقت بین نظریں اس روشنی کے بھیانک تصور سے کانپ اٹھتی ہیں۔ طرز زندگی کے جس شعبہ پر نظر ڈالو حقیقت سے دور اور نمایش سے بھرپور پاؤگے معاشرت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اسمیں سادگی ہو۔ صفائی ہو اور نمایش سے پاک ہو مگر موجودہ روشنی کی معاشرت اسکے بالکل برعکس ہے۔ بات یہ ہے جو سونا تھا وہ پیتل ہوگیا اور جو پیتل تھا وہ سونا

اختلاف معاشرت بلحاظ مرض و بوم

ہر ملکے ہر رسمی، کی ایک مشہور مثل ہے جسکو اگر دیکھا جائے تو یہاں حرف بحرف پورا اترے گا۔ ہر ملک بلحاظ آب و ہوا موسمی حالت اپنی جائے وقوع اور اپنی بود و باش کے ایک جداگانہ حیثیت پیش کرے گا۔ مثلاً جاپان اور قسطنطنیہ میں زلزلے آنے کی وجہ سے لکڑی کے مکان بناتے ہیں جے پور۔ آگرہ۔ دہلی کے قریب پتھر افراط کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہاں بہت زیادہ عمارتیں پتھر کی پاؤ گے۔ ممالک متحدہ و پنجاب میں

اینٹوں کے مکانات ملیں گے۔ پورب و دکن میں تاڑ پوش مکانات بنتے ہیں غرض ہندوستان ہی کو دیکھ لو کہ ہر خطہ اپنی بود و باش کو جداگانہ حیثیت میں پیش کرتا ہے۔ اور انکی طرز معاشرت ایک دوسرے سے نہیں ملتی۔ بمبئی و مدراس کا رہنے والا بنگالی و پنجابی سے بالکل جداحیثیت کا نمونہ ہوگا اور ہر قطعہ اپنے ملک کی حالت اور اپنے رواج کے مطابق رہائش کا انتظام کرتا ہے مثلاً شمالی ہندوستان میں سردی خوب ہوتی ہے انکو اسلئے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ گرمی سردی دونوں میں آرام سے رہ سکیں مدراسمیں ٹھنڈ نہیں ہوتی انکو سردی کے خیال کرنے کی ضرورت نہیں یہ اختلافات تو ایک ہی ملک کے ہیں اور اس میں بھی ایک قطعہ کا رہنے والا دوسرے قطعہ کا طرز مرز و بوم اختیار کرے تو اسکو سخت دشواریوں کا سامنا ہو جائے گا۔ چہ جائے کہ ہندوستانی اور یورپین رہائش کا معاملہ ہو۔ معاشرت جدیدہ کے مطابق کوٹھی شہر سے اس قدر فاصلہ پر ہونا چاہیے جہانتک عام باشندگانِ شہر کا تعلق نہو۔ شہر سے اسقدر فاصلہ پر کوٹھی ہونیکی وجہ سے باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جانا بھی ترک ہو جاتا ہے اس کا ایک تاریک پہلو اور بھی ہے۔ جبیر چند دن ہوئے کہ بنگال میں کچھ مصلحین نے غور کرنے کے لئے ایک جلسہ بھی کیا تھا۔ وہ یہ کہ جب صاحب ثروت لوگ شہر کی آبادی سے اسقدر فاصلہ پر رہنے لگیں گے تو وہ غریبوں کی پریشانیوں اور تکالیف سے بالکل بے خبر ہو جائیں گے اور اس طرح وہ مذہبی اور قومی نقطہ نظر سے ایک بڑے گناہ کے مرتکب گردانے جائیں گے جب کوٹھی ہو گی تو اسکو یورپین معاشرت کے مطابق میز کرسی الماری اور

طرح طرح کے اسباب اور مخرب الاخلاق تصاویر سے اسطرح مزین کیا جائے گا کہ کہیں برآمدے کے گوشوں کے علاوہ نمازی کو سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ملے گی۔

اس علیحدگی کی زندگی سے اُن میں خود لپسندی۔ نخوت اور تمرد کے مہلک اور برباد کن امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔

اختلاف معاشرت بلحاظ دولت یورپ تجارت۔ حرفت اور صنعت کا مالک ہے جس کی وجہ سے وہاں دولت کی فراوانی ہے۔ اور دنیا کا خون چوس چوس کر اپنا پیٹ بھر رہا ہے۔ برخلاف ازیں ہندوستان ان چیزوں میں صفر ہے بلکہ جو چیزیں یہاں پیدا ہوتی ہیں وہ جب یورپ کی کلوں سے دوچار ہوکر آتی ہیں تو ان کی قیمت کا ٹھیک نہیں رہتا۔ افلاس کا یہ عالم ہے کہ یورپ میں ایک شخص ایک دن میں دس پونڈ کماتا ہے تو یہاں ایک شلنگ بھی نہیں ملتا جب دولت میں یہ تفاوت ہو تو دونوں جگہ کی آمدنی اور خرچ میں بھی یہی شرح قائم رہے گی دولت کا نشہ شراب کے نشہ سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور شراب کی بدمستیوں کی طرح دولت کی بدمستیاں بھی ثانی نہیں رکھتیں دولت عیاشی کی طرف رہبری کرتی ہے اور عیاشی اخلاق پر جو اثر ڈالتی ہے وہ ظاہر ہے آج جیسی عیاشی یورپ میں ہورہی ہے دنیا کا کوئی ملک اس سے مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اولاد پیدا ہونے سے عیاشی میں کاوٹ ہوتی ہے لہٰذا ایسے علاج کرائے جاتے ہیں تاکہ اولاد نہ ہو۔

یورپ کی معاشرت اور اخلاق اس قدر بگڑ گئے ہیں کہ جس کے راہ راست پر لانے کے لئے بعض جگہ قانون بنانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

فرانس کی آبادی ہر سال بقدر ۲ لاکھ گھٹ جاتی ہے اس کے روکنے کے چار علاج پیش کئے گئے ہیں نمبر اول کو ہم اخلاف بلحاظ مذہب ہیں بیان نہ کرینگے۔ (۲) جو لوگ اولاد پیدا کرنیکے اصولاً خلاف ہیں اُن پر حکومت کیجانب سے مقدمات دائر کئے جائیں (۳) عیاشی کو آہنی پنجہ سے دبا دیا جائے (۴) زیادہ اولاد پیدا کرنیوالونکو حکومت کی طرف سے وظائف مقرر کئے جائیں یہاں پر بھی خاتمہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک قدم بڑہنا چاہتا ہے۔ ولایتی اخبار خبر دیتے ہیں کہ شہر لندن میں بسیار وسیع الشان ناچ گھر تعمیر ہو رہا ہے جو دنیا میں آپ اپنی نظیر ہوگا "نازنین دنوعمر ناچنے والیاں حسن جمال رعنائی ونزاکت - دلبری ودلربائی میں مرتبہ کمال رکھا کرتی ہونگی"۔ اور پھر حسن کی دیویاں نوجوان عشاق کے سمند ناز پر اور تازیانہ لگائیں گی! اور اُن کے اخلاق پر ایک ظلم کاری نہیں تھیں اُن کے عشوہ گری اور کمال کے مرقع اخبارات میں پیش کئے جائیں گے۔ اور اُن کی حیا سوز تصاویر بڑے بڑے لیٹ۔ نک آرٹکلس کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیجائیں گی! اور تعظیمن یہاں تک ہونگی کہ یورپ کے بڑے بڑے علمی یونیورسٹیاں اُن کو ڈاکٹر کی ڈگریاں دینگی۔

جون ۱۹۲۲ء میں سینٹ اینڈریوز کی یونیورسٹی نے جن مشاہیر کو ایل ایل۔ ڈی کی ڈگریاں دی ہیں ان میں سے ایک انگلستان کی سب سے زیادہ نامور ایکٹرس الین ٹیری بھی ہیں۔ برخلاف ازیں ہندوستان کی بے مثال رقاصہ مس گوہر جان جب بمبئی میں اپنے گلے کے زور سے علیگڈہ کالج کیلئے چندہ جمع کرنیکو کہتی ہے تو نواب محسن الملک مرحوم صاف انکار فرما دیتے ہیں شراب بھی دولت کے ساتھ ساتھ ہے! اور اس لئے بھی یورپ کے اخلاق کو بگاڑ رکھا ہے کیونکہ بغیر اس کے عیاشی پھیکی رہتی ہے اور خداوندان یورپ کے لئے شیشہ کی پری بنی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جوا کھیلنا فیشن ہوگیا ہے یگھوڑ دوڑ کا ہو یا ٹرف کلب سب جوا ہیں! اس قماربازی سے کوئی ہوٹل - کوئی کلب کوئی ہوٹل اور کوئی سوسائٹی خالی نہیں جہاں یہ دونوں موجود نہ ہوں۔ حالانکہ شراب نوشی

کثرت عیاشی کا اور قمار بازی زر پرستی کا ایک طریقہ ہے! در اسلام ان دونوں کی مذمت بڑی شدومد سے کرتا ہے

اختلاف معاشرت بلحاظ مذہب مذہب بھی اختلاف معاشرت کا ایک بڑا سبب ہے ایک مذہب اجازت دیتا ہے کہ اگر تمہارے ایک کلے پر کوئی چانٹا مارے تو تم دوسرا بھی سامنے کر دو۔ یا اگر تم سے دو قدم چلنے کو کہے تو تم چار قدم چلو۔ دوسرا مذہب اس کے برخلاف تعلیم دیتا ہے یا ایک مذہب یا قانون ایک مرد کو صرف ایک ہی عورت سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔ اور دوسرا مذہب چار عورتوں سے ایک ہی وقت میں ایک مرد کو شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ پس اختلاف مذہب کی رو سے معاشرت میں بڑا تغیر ہو جاتا ہے۔ غرض جہاں ایک چیز احسن ہے وہ دوسری جگہ معیوب سمجھی جاتی ہے۔ ایک مذہب دریاؤں۔ جانوروں۔ پہاڑوں کو معبود جانتا ہے دوسرا مذہب اُن کی اصلیت سے اُن کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا۔ ان تمام اختلافات مذہب کا اثر انسانی معاشرت پر جداگانہ پڑتا ہے۔

اختلاف معاشرت بلحاظ حکومت و محکومیت اختلاف حکومت محکومیت بھی معاشرت کو بدل دیتی ہے۔ دنیا کا قاعدہ کلی یہ ہے کہ جو تمدن اُس زمانہ کی فاتح اور غالب قوم کا ہوتا ہے اور جن کچھ فاتح قوم اپنی ضروریات زندگی کیلئے مناسب طور پر پسند کر لیتی ہے اُس کو دوسری مفتوح قومیں بغیر کسی تغیر و تبدل کے اختیار کر لیا کرتی ہیں۔ چاہے وہ اُنکے جسم کے موافق ہو یا نہ ہو بگر اس پر بھی وہ اُس میں کسی طرح کی تبدیلی کرنا نہیں چاہتیں۔ کیونکہ اس سے فاتح قوم کی نقل کی عزت نہیں باقی رہتی۔ اس طرح لاچار و مجبور ہو کر وہ اپنے طور و طریقہ اور معاشرت میں تبدیلی کرنے پر مجبور ہوں ہیں اور اپنے طور و طریقہ۔ رسم و رواج۔ ملکی اور مذہبی رسوم بدل ڈالنا پڑتے ہیں۔

"مضرت"

مستقل ہستی کا مسدود ہونا جذب ہو جانا دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ ہر زبردست زیر دست کو مار ڈالتا ہے اور اد سکو

نگل لیتا ہے ہر فاتح اپنے مفتوح کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہے جسطرح کہ آریوں نے کشان یوچی۔ ساکا ہن وغیرہ قوموں کو اپنے میں جذب کر کے انکی جداگانہ ہستی کو مٹا دیا آج یورپ بھی یہی کر رہا ہے کہ دوسروں کو اپنے رنگ میں ایسا رنگ دے تاکہ وہ اپنی ہستی کو بالکل بھول جائیں اور اُن کو بالکل معلوم نہ ہو کہ ہم کس حیثیت کی مالک ہیں مسلمانوں نے آٹھ سو برس ہسپانیہ میں حکومت کی لیکن جب بانسبد المسلمان اپنی ہستی کو بھی کھو بیٹھے اور یورپ اُنکا اسطرح ڈکار گیا کہ آج تک پتہ نہیں چلتا۔

دماغی غلامی اس غلامی کی ہندوستان سے بہتر مثال دنیا میں نہیں ہے یہاں کی جتنی یونیورسٹیاں ہیں وہ صرف غلام پیدا کرنے کی مشین ہیں تعلیم کا ڈھنگ ایسا ہے کہ دماغ بیکار ہو جاتا ہے سوچنے سمجھنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ ایجاد کا مادہ اُن میں نہیں پیدا ہونے پاتا۔ ملک کے مذہب رسم و رواج کے برخلاف تعلیم دی جاتی ہے اور سب سے بڑی غلامی یہ کہ تعلیم غیر زبان میں ہوتی ہے۔ علاوہ بریں تعلیم میں جو نصاب ہے وہ سرکاری نقطۂ نظر سے رکھا جاتا ہے۔ اسکے برخلاف اگر دو چار آدمیوں کے نام لئے جائیں تو وہ ۳۳ کروڑ انسانوں میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔

افلاس و بربادی جو قومیں مغلوب ہوتی ہیں اُن کو فاتح خوب چوسا کرتے ہیں جسکا افسوسناک منظر ہمیشہ یورپ پیش کرتا ہے اور اس کا آج کل جرمن شکار ہو رہا ہے کل وسائل آمدنی پر فاتح قابض ہوتا ہے۔ اصلی ملک افلاس و بربادی کی طرف جانے لگتا ہے اور یہ جونک اُن کے رہے سہے خون کو چوس لیتی ہے۔

بداخلاقی یورپ کی برکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جہاں اُس کا تمدن جاتا ہے وہاں بد اخلاقیاں پھیلنے لگتی ہیں اور یہ بھی ایک گر ہے انسان کو گڑھے میں ڈھکیلنے کا جب تمدن یورپ نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا ہے وہاں شراب جوے اور پیشہ ور عورتوں کی عام طور سے ممانعت تھی مگر جیسے ہی تہذیب کا دیوتا مسلط ہوا۔ یہ اخلاق کے ٹوکرے موجود ہو گئے منصوری افغانی دفد شرائط صلح طے کرنے کے لئے آیا ہوا تھا اُنکی توجہ اصلی معاملات سے ہٹانے کے لئے کسینو کے ناچ کا گر چلایا گیا تھا مگر افسوس نہ چلا۔

غرض یورپ کی معاشرت نے سادہ اور سچی زندگی کو عیش پسند بنا دیا تصنع اور بناوٹ زیادہ اور حقیقت کم ہے زندگی
کے ہر شعبہ میں اسکی برائیاں نمایاں ہیں اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ انسان کو مذہب کی طرف سے مادیت کی طرف راہ نما ہے
اور یورپ کی تقلید پرستی اُس گڑھے میں ہم کو ڈھکیل رہی ہے جس میں کہ خود گرنے والی ہے۔

کمیونزم۔ بالشویزم اور اسکے بُرے اثرات

یورپ کے ارباب حل و عقد جس گتھی کو سلجھانا چاہتے ہیں وہ اور اُلجھ جاتی ہے کہیں موجودہ تمدن سے نکلکر جنگلوں
میں بستے ہیں اور کہیں لا مذہبی کو عین ترقی اور روشنی کا آئینہ خیال کرتے ہیں کہیں مزدور پیشہ جماعت اور مفلوک الحال عوام کیلئے
کمیونزم و بالشویزم (اشتراکیت) کے زیر عنوان اصول مرتب کرتے ہیں مگر مادیت اُن کی ایک پیش نہیں جانے دیتی اور
بیکسی و لاچاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مذہب سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے وہ قانون قدرت و فطرت کے
اصل رمز شناس ہونے نہیں پاتے۔

کمیونزم و بالشویزم یا نظام اشتراکی کے اصول

اس نظام کی رو سے سرمایہ داری کی بیخ کنی اور جمہوریت کی نشو و نما منظور ہے جس کے مطابق
زمین املاک اور اسباب معاشی کو چند افراد و اشخاص کے انتظام و ملکیت اور تحت میں نہیں چھوڑا جائیگا
بلکہ کم و بیش ہر شخص کو اُس سے مستفید ہونے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں گے اور ذاتی ملکیت کو عام کر دیا جائیگا۔ اور مقصد
اسکا یہ ہے کہ ہر شخص آزاد رہے۔

یورپ کا زمانہ وسطی

زمانہ وسطی میں یورپ تاریکی ظلمت اور قعر مذلت میں پڑا ہوا تھا استبدادیت کا دور دورہ تھا
امراء چین کرتے تھے اور غرباء اور عام لوگ مزدوری اور کاشتکاری کرتے تھکے جاتے تھے ہر قسم کے جور و ظلم خوشی خوشی
سہتے تھے محنتوں کا صلہ مانگنے کی اجازت نہیں تھی۔ غلاموں کی جیسی زندگی بسر کرتے تھے! اور امراء کے احکام کے بندے
بنے ہوئے تھے۔ غرض یہ اس حالت سے زار و نزار تھے۔ یورپ جنگوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

کرنل مارکس اور اسکی جد وجہد جیسے ہی ہنگامہ فرانس ۱۸۴۸ء میں ختم ہوا۔ مصلحین کی ایک جماعت اُن ظلم وستم کی طرف متوجہ ہوئی۔ اُن ہی میں ایک کارل مارکس تھا جس نے خرابیوں کو دور کرنے کیلئے دو اصول بنائے (۱) موجودہ نظام اجتماعی کو برباد کرکے تقسیم دولت میں مساوات پیدا کرنا (۲) پرائیوٹ ملکیت کو برباد کر دیا جائے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ حکومت خود دولت کی پیدائش وتقسیم کی ذمہ داری اپنے اوپر لے اور ہر شخص کام کے لئے مجبور کیا جائے۔

کرنل مارکس کی جد وجہد کا اثر اس جد وجہد کا یہ اثر ہوا کہ جرمنی کے دار الامرا کی طاقت جرمنی کے دار العلوم کے ہاتھ میں آگئی۔ اور آخر الذکر عوام کی نیابت کا کام کرنے لگا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یہی کیفیت انگلستان امریکہ اور یورپ کے دوسرے ملکوں کو بھی پیش آئی۔

روس کی مطلق العنانی لیکن روس کی حالت ان سب سے علیحدہ تھی یہاں زاریت کا دور دورہ تھا مال جائداد ضبط کر لینا قتل کرا دینا۔ جلا وطن کر دینا ادنیٰ بات تھی زار کا ظلم وستم نہ تھمنے والی رو کی طرح انسانی گردنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ جذبۂ آزادی جوش میں آیا۔ لاکھوں عا سیبریا کو جلاوطن کر دی گئی اور لا انتہائی سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آتا تھا کہ جنگ عظیم شروع ہو گئی اور آزادی کی روح نے قابو حاصل کر لیا۔ زار کی حکومت کے پرخچے اڑا دئے گئے

بالشوی حکومت اسکے ساتھ ساتھ بالشوی حکومت قائم ہو جانے کی اشاعت عام کی گئی۔ اور جس نے پیدائش وتقسیم کا انتظام خود کرنا شروع کر دیا۔ اور اسوقت سے اسوقت تک بالشیوی حکومت کی باگ لینن اور ٹراٹسکی کے ہاتھ میں ہے اور اپنے اصولوں کی عالمگیر اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔

بالشیوی اصول ناممکن العمل ہیں مندرجہ بالا حالات میں جنگی وجہ سے اشتراکیت کا جذبہ عام پیدا ہوا مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ دنیا کے لئے اصل اصول ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں اور فطرت انسانی اسکے متعلق کیا کہتی ہے۔ پہلے تو اس کو سوچئے کہ ایک انسان اپنی محنت ومشقت سے پیدا کیا ہوا روپیہ مال واسباب دولت دوسرے کو کیونکر دیکھتا ہے۔ مثلاً دو شخص ہیں ایک محنت ومشقت اور تعلیم کی وجہ سے ہزار دو ہزار چار ہزار کما لیتا ہے اور دوسرا اسکے برخلاف ہو

چار سو کماتا ہے تو زمین و آسمان کا فرق آتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فطرت انسانی اس بات کو گوارا کر سکتی ہے کہ اول الذکر کو
گار ہی کمائی دیکھتا ہے۔ دراصل یہ مساوات نہیں بلکہ ایک جذبۂ انتقامی ہے جو سرمایہ داروں سے لیا جانیوالا ہے اور یہ انکے
ظلم وستم کی یادداشت میں ہوگا۔ اسکو تمام دنیا کے سامنے بطور اصول کے پیش کرنا ایک خطرناک جسارت ہے۔

ہندوستان میں اشتراکیت کا نمونہ

اس اصول کو فطرت انسانی کے برخلاف ہوتے ہوئے بھی مان لیں گے کہ ایک چھوٹی اور
محدود جماعت اسپر کاربند ہو سکتی ہے جس طرح کہ مہدی باغ ناگپور کی بوہرہ جماعت کاربند ہے۔ ۲۶ ذیحجہ [illegible] کے اخبار
البشیر اٹاوہ میں ایچ۔ ایم۔ ملک صاحب کے انتقال کی ذیل میں رقم ہے کہ مہدی باغ کے رہنے والے تجارت بھی کرتے
ہیں اور ملازمت بھی لیکن مہدی باغ کے رہنے والے جو کچھ پیدا کرتے ہیں سب اپنے مذہبی پیشوا کے پاس جمع کرا دیتے ہیں۔ کسی کی
آمدنی کم ہو یا زیادہ۔ مہدی باغ کے رہنے والوں کو اور انکے بال بچوں کو یکساں کھانا دیا جاتا ہے اور سب یکساں کپڑا پہنتے ہیں
شادی و غمی۔ پیدائش۔ بیماری۔ موت۔ غرض جملہ مصارف زندگی مذہبی پیشوا کے متعلق ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کیلئے
ایک اسکول ہے جہاں دونوں ساتھ پڑھتے ہیں۔ ایک مسجد۔ ریڈنگ روم۔ لائبریری۔ شفاخانہ اور ایک قبرستان ہے جہاں سب
ضروری سامان موجود ہے۔ قومی یا سرکاری کاموں میں جو چندہ دیا جاتا ہے وہ سب مذہبی پیشوا کے نام سے مشترکہ فنڈ سے۔ تمام مذہبی اور دنیاوی معاملات
میں مذہبی پیشوا کا حکم مانا جاتا ہے۔

یہاں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک محدود اور مختصر گروہ کے حالات ہیں جو ایک خاندان کے بطور پیشوا کو گھر کا سب سے بڑا تسلیم
مان کر رہتے ہیں۔ مگر یہ لگاؤ دنیاوی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق روحانیت سے ہے وہ اُن کو اپنا مذہبی پیشوا جانکر ایسا
کرتے ہیں اور انکے حکم کو احکام خداوندی سمجھتے ہیں اور اُس کے احکام کے ماتحت ایک نظام میں منسلک ہیں۔ مذہب
میں قوت ہے کہ اس طرح کے اصول منضبط کرا دے مگر مادیت اس معاملہ میں لاچار ثابت ہوگی۔

بالشویزم اور ممالک کیلئے فائدہ مند نہیں

دنیا میں چند آدمی ایک کام پر یا ایک بات پر ہم رائے ہو سکتے ہیں

مگر کروروں انسان اگر چاہو کہ اختلاف نہ رکھیں تو ناممکن ہے دنیاوی معاملات تو علیحدہ رہے مذہب میں اختلاف سخت ہوجاتا ہے انسان جس طرح شکل و شمائل عادات و اطوار میں مختلف اسیطرح اپنے خیالات میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔

اگر مان لیا جائے کہ ایک چیز ایک ملک کے رہنے والوں کو مرغوب ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو بھی اچھی معلوم ہو یا ایک دوا سے ایک مرض اچھا ہوجاتا ہے تو دوسرا بھی شفا پاجائیگا۔ اسیطرح اگر اس میں اشتراکیت پھولی پھلی تو ضروری نہیں کہ اور خطے زمین اسکے ثمر ایسے ہی اچھے ہونگے دوسرے اسلامی تعلیمات کے خلاف اسکے اصول ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ ان خیالات کی اشاعت کو معدوم کر دیں اور بہت ممکن ہے کہ اس اپنے زوروں پر خود نہ آرہے۔

تمام باتوں کا ایک حل

اس کا صرف ایک ہی علاج ہے جو آج سے تیرہ سو برس قبل تشخیص کیا گیا تھا۔ اور جو ان مخاصمانہ خیالات کا سدباب کر دیتا ہے اور جسکی وجہ سے سرمایہ دار تاجر غریب سب ایک ہی محبت کی زنجیر میں منسلک ہوجاتے ہیں زکوٰۃ اس قسم کی مہلک بیماریوں کا علاج ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خیرات و صدقات کی بے انتہا ترغیب دیگئی ہے اور اکثر جگہ اس کو بیماریوں کا عنوان اور ہدایت کی دلیل کہا گیا ہے اس سے اہل نعم و فاقہ کے دلوں کو حسد اور کینہ سے پاک و صاف کر دیا جو انکو تو گروں اور دولتمندوں سے تھا اور بیجا عداوت کے انکے دلوں میں محبت کی روح پھونکدی دولتمند انکو غریبوں اور محتاجوں پر رحمت اور شفقت کی تعلیم دی بہر ایک قسم کی اور ہر طبقہ کے لوگوں میں جمعیت اور اطمینان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ امراض تمدن کیلئے اس سے بہتر اور کیا دوا ہوسکتی ہے

بھیک کو روکنے کے مفید طریقے

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہماری قوم میں معیوب اور عیب نہیں گنا جاتا۔ پہلے انسان قرض مانگتا ہے اور پھر بھیک مانگنے لگتا ہے معاش کی کمی اور بازاری کیوجہ سے یہ صورت پیش ہوگئی ہے بھیک کو روکنے کے حسب ذیل طریقے ہوسکتے ہیں

(۱) سب سے پیشتر ضرورت ہے کہ بھیک مانگنے کی قرآن شریف نے جو مذمت کی ہے اسکی پوری طرح اشاعت کیجائے مثلاً سوال کی مذمت اور حرفت کی تعریف میں ارشاد ہوتا ہے اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنی رسی لے اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر

لگائے اور اُن کو بیچ ڈالے اور اس سے خدا اسکی آبرو کو محفوظ رکھے تو یہ اُس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ وہ اسکو
"دیں یا نہ دیں" "ہاتھ کی کمائی کھانے" "کمائی کی ذکر کرنا فرض ہے" "سوال کی مذمت لیکن جواز بادشاہ وقت سے۔ عملی ہدایت
سوال" کی "اس قسم کی کل احادیث کو مع بامحاورہ ترجمہ کے چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے۔ (۲) توانا تندرست ورجوانوں کو اگر
بھیک مانگیں تو کچھ نہ دیا جائے بلکہ مزدوری یا نوکری کرنے کی ترغیب دیں اگر راضی ہو جائیں تو ملازمت یا مزدوری کو [illegible]
مدد کریں۔ (۳) چھوٹے چھوٹے مدارس کھولے جائیں جہاں غریبوں کے بچوں کو مفت تعلیم دی جائے۔ اگر ممکن
ہو تو نادار غریبوں کے بچوں کو کپڑا اور کتابیں بھی مہیا کر دی جائیں (۴) انجمنیں ہر مقام پر ہونی چاہئیں
تاکہ وہ بچوں کو اور اُن کے والدین کو اس بُری عادت سے روکیں ان انجمنوں کے اغراض حسب ذیل ہونی چاہئیں
یتیموں کی پرورش، غریب حاملہ عورتوں کی مدد، بیکار پیشہ وروں کے لئے کام کی تلاش، کنواری عورتوں کیلئے
شادی کا انتظام وغیرہ (۵) ایسی انجمنوں کی موجودگی میں زکوٰۃ اور خیرات کا روپیہ، مالی اسباب
انجمن کو دیا جایا کرے اور وہ ایمانداری کے ساتھ اُس فنڈ میں سے اخراجات اٹھائے اور مستحق
لوگوں تک اُس کو پہونچائے۔ (۶) نائٹ اور دستکاری کے مدارس بھی جاری کرنے ضرور ہیں تاکہ تعلیم کے ساتھ
ہنر بھی ہو جو نوکری سے اُن کو بے نیاز کردے اور وہ آزاد پیشہ کر سکیں (۷) غریب پردہ نشین مستورات کی
خبرگیری پوری طرح رکھی جائے اور جہاں تک ممکن ہو اُن کو بھی کام پر لگایا جائے۔ سینا پرونا یا دستکاری کے
کام اُن کے لئے مہیا کئے جائیں تاکہ وہ کچھ پیدا کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی گذر کر سکیں (۸) فقیری کا
ایک پیشہ ہو گیا ہے اور فقیر اپنے آپ کو ایک قوم گننے لگے ہیں لہٰذا اُن کے دماغ میں سے یہ بات نکالدینی چاہیے
کہ اگر اُن کے باپ دادا مانگ کر گذر اوقات کرتے تھے تو اُن کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ خدا اور رسول کی
منشا کے خلاف ہے (۹) مسلمانوں نے فیاضی کا جو طریقہ جاری کر رکھا ہے اسکو بھی حتی الامکان روکنا چاہیے۔

۷۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابطال باطل

بجواب

رد الترديد

احقر کوثر

حسب فرمائش

جناب سید سعادت حسن صاحب کانپوری

مصنف و مؤلف

جناب نواب سید محمد حسن صاحب رئیس بازار رام نرائن

کانپور

ابطال باطل بہ جواب ردالتردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد پروردگار سبحانہ تعالیٰ کا تقرب ڈھونڈھنے والے جس چیز کو اپنے تقرب کا وسیلہ بناتے ہیں ان وسائل میں سب سے افضل یہ امور ہیں کہ خدا اور جناب رسولخدا صلعم پر ایمان لانا جہاد فی سبیل اللہ کرنا کیونکہ جہاد رکن اعلائے اسلام اور کلمہ اخلاص ہے اور ایمان انسان کی فطرت میں داخل کیا گیا ہے۔ نماز کا قائم کرنا کیونکہ یہ رکن اعظم ملت ومذہب ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا کیونکہ یہ ایک فریضہ واجبہ ہے ماہ رمضان کے روزے کیونکہ یہ عذاب خداوندی کے لئے سپر ہیں خانہ کعبہ کا حج بجالانا کیونکہ یہ فقر و فاقہ کو دور کرتے ہیں۔ گناہونکو محو کر دیتے ہیں صلہ رحم بجالانا کیونکہ اس سے مال زیادہ ہوتا ہے مرگ میں تاخیر ہوتی ہے۔ پوشیدہ طور سے صدقہ دینا یہ گناہونکو ڈھانک لیتا ہے صدقہ علانیہ یہ بری حالت کی موت کو دور کرتا ہے خلقت کے ساتھ احسان و نیکی کرنا یہ مکانہائے ذلت وخواری میں گرنے سے روکتا ہے۔

عرض حال

رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں ؎ ادہر جاتا ہے دیکھیں یا ادہر پروانہ آتا ہے

ناظرین۔ اس کتاب کے قبل میں آپ کی خدمت میں تردید التنقید بہ جواب تنقید الاحادیث پیش کر چکا ہوں جس کے صفحہ ۲ پر میں نے چند ضروری ہدایات تحریر کیے تھے اور یہ ہدایت

کر دی تھی کہ کتاب پڑھنے سے قبل ان اصول کو خوب سمجھ لینا چاہیئے مگر محمد عباس سلمہ
نے اسپر کچھ غور نہ کیا اور قلم اٹھا کر ردتردید شائع کر دی۔ ردتردید میں سلمہ نے جواب
تو کچھ دیا نہیں ہے صرف اعتراضات اور نئے وارد کر دیے ہیں یا انھیں باتوں کا اعادہ
کیا ہے جو سابق میں تحریر کر چکے ہیں۔ تردید کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی کتاب جب لکھی
جاتی ہے تو اسکے اصول ضرور قائم کر لیے جاتے ہیں اگر دوسرا شخص اس کتاب کی رد کرتا ہے
تو سب سے پہلا فرض یہ ہوتا ہے کہ جن اصول کی بنا پر وہ کتاب لکھی گئی ہے انکو توڑنا چاہیئے مگر
میاں سلمہ نے ایسا نہیں کیا ہے۔ انسان جبتک منقولات و معقولات دونوں سے
واقف نہ ہوگا وہ ہرگز حدیث کو جانچ نہیں سکتا ہے۔ یہ معلوم کر لینا آسان ہے کہ حدیث صحیح
مجہول، مرسل، ضعیف کسکو کہتے ہیں مگر یہ پتا لگانا آیا یہ الفاظ حضور صلعم اور ائمہ علیہم السلام کے
لسان اطہر سے جاری ہوئے یا نہیں یہ انھیں لوگوں کا کام ہے جو رات دن اس فن
میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اگر حدیث جانچنے کا معیار صرف علم رجال پر رکھ لیا جائے تو اصول
اربعہ جنمیں ہزاروں احادیث موجود ہیں صرف چند احادیث ٹھیک اتریں گی۔ اور علم رجال
بھی علمائے دین کا ایجاد کیا ہوا ہے اور میاں سلمہ اتفاق علماء کے بہت مخالف ہیں مگر
تعجب ہے کہ علم رجال کے اصول کو جو علما نے بالاتفاق صحیح مانا ہے میاں کیوں مان گئے۔ اور
پھر علماء رجال نے جن اصول کو قائم کیا ہے اس سے بھی میاں سلمہ کہیں کہیں الگ ہو جاتے
ہیں مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ ہم غیر اثنا عشری کی روایت کبھی ماننے کو تیار نہیں ہیں۔
ردالتردید ص۵ مگر علماء رجال کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر اثنا عشری ہے اور وہ
حدیث صحیح بیان کر رہا ہے اور ہماری حدیث بھی اسکی تائید کر رہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکی
حدیث کو غیر معتبر سمجھیں مثلاً قران کی ایک آیت ملاحظہ ہو ولو ان ما فی الارض من شجرۃ
اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ اور یہ تحقیق
جتنے درخت زمین پر ہیں وہ قلم بن جائیں اور دریا انکو سیاہی دے بعد اس کے سات

دریا ہوتے (بمنزلہ سیاہی کے) نہ انتہا کو پہنچے اللہ کا علم۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی (کلمات اللہ) کی تفسیر میں حضرت عمر ابن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلعم نے ولو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس کتاب ما احصوا فضائل امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اب ہمارے یہاں کی حدیث سے بھی اسکی تائید ملاحظہ فرمائیے۔ یحیٰی ابن اکثم نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے کلمات اللہ کی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۲۳۲۔ اب میاں سلمہ بتلائیں کہ اس حدیث میں ہم غیر اثنا عشری کو کیوں غیر معتبر سمجھیں گے۔ یہ ضرور ہے کہ جو حدیث ہماری حدیثوں کی مطابقت نہ کرے گی اور راوی اسکا غیر اثنا عشری ہوگا تو وہ ناقابل قبول ہوگی۔

خیر۔ تو مطلب یہ ہے کہ حدیث کے قرائن دیکھے جاتے ہیں جب اسپر حکم صحت یا عدم صحت کا لگایا جاتا ہے۔ پھر علم رجال میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اہل رجال آپس میں راویوں میں بہت اختلاف کرتے ہیں ایک شخص محمد بن الولید الخزار کو فطحی (خلاصہ) لکھتے ہیں مگر صاحب رجال نجاشی اسی راوی کو ثقہ تحریر فرماتے ہیں نجاشی صفحہ ۲۱۱ پھر اب فیصلہ کسطرح ہو جناب والا پس اس حدیث میں چند باتیں دیکھنا پڑتی ہیں۔ کلام اللہ سے جانچ کرنا۔ کثرت احادیث کا دیکھنا۔ واقعات پر نظر کرنا۔ اسوقت حدیث کی صحت کا پتہ چلتا ہے اگر میاں سلمہ کا اصول لیا جائے اور صرف تنقید رواۃ پر حدیث کی صحت کا دار و مدار رکھا جائے تو صرف چند احادیث اس اصول پر آئینگی لہذا سلمہ کا اصول بالکل غلط ہے۔ حدیث جانچ کرنے میں سب سے زیادہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مفہوم حدیث صحیح معلوم ہوتا ہے یا نہیں رواۃ کے اتنے زیادہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ رواۃ سب ثقہ ہیں لیکن حدیث کلام اللہ کی مخالفت کر رہی۔ گو اصول رجال سے حدیث صحیح ہوگی مگر مفہوم حدیث غلط سمجھا جائے گا پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک مفہوم کی دو حدیثیں وارد ہوتی ہیں ایک حدیث کے رواۃ سب ثقہ دوسری کے رواۃ

سب کاذب ہوتے ہیں مگر اس موقع پر دونوں حدیثیں صحیح مانی جائیں گی گو کہ اصول رجال سے وہ حدیث جسکے رواۃ کاذب ہیں غلط ہے۔ کیونکہ مفہوم تو دونوں کا ایک ہے اور ایک صحیح حدیث جب اُسکی تائید کر رہی ہے تو پھر وہ کیوں نہ قابل عمل ہوگی اسی اصول کی بنا پر حقیر نے اپنی گذشتہ کتاب میں جہاں پر امام جعفر صادق علیہ السلام کا تقیہ لفظی دربارہ وصیت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دکھایا تھا دو روایتیں پیش کی تھیں ایک روایت میں آخری راوی ابو حمزہ ثمالی جو اکابر اصحاب امام سے تھے روایت کی تھی جو اصول رجال سے صحیح تھی اور اسی مفہوم کی دوسری روایت ضعیف راویوں سے عمداً دمثلاً محمد عباس سلمہ کے سمجھانے کیلئے نقل کر دی تھی مگر میاں نے کیونکہ میرے اصول پر نظر نہیں کی تھی فوراً اعتراض کر دیا کہ جلا العیون میں ملا باقرنے روایت ضعیف نقل کر دی ہے۔ اصول رجال سے تو دوسری روایت ضرور ضعیف ہے مگر کیونکہ مفہوم دونوں کا ایک ہے لہذا دوسری روایت بھی صحیح مانی جائے گی۔ لہذا جو اصول حدیث جانچنے کے میں نے نقل کیے ہیں جبتک میاں اس اصول پر عمل نکریں گے اسوقت تک وہ فن حدیث میں کامیاب نہیں ہوسکتے ہیں پھر یہ بھی امر قابل غور ہے کہ علم رجال کی تکمیل ائمہ علیہم السلام کے بعد ہوئی اور علم رجال پر پابند رہنا کوئی ضروری نہیں ہے کیونکہ جن حضرات نے اسکی ایجاد کی ہے وہ معصوم نہ تھے اور پھر جو احادیث کی قسمیں ہیں۔ ان کے پابند رہنے کے متعلق کوئی نص خفی و جلی نہیں ہے۔ صرف اتنا حکم ضرور ہے کہ جو حدیث کلام اللہ کے خلاف ہو اسکو نہ مانو۔ پھر جب بھائی سلمہ اتفاق علما سے انکار کرتے ہیں تو پھر اسقدر اصرار سے علم رجال کی کیوں پابندی فرماتے ہیں۔ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر علم رجال کے علاوہ اور کوئی راستہ سلمہ کو ملتا تو یقینی اس اتفاق کو بھی باطل فرما دیتے مگر کیا کریں مجبوری بُری بلا ہے۔ اور علم حدیث کے اندر جہاں لفظ محمول علی التقیہ آجاتا ہے وہاں پر بھی سلمہ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محمول علی التقیہ نہیں ہے بلکہ غیر معتبر ہے۔ تو بھائی سنو۔ محمول علی التقیہ اور غیر معتبر دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ آپ اسکو غیر معتبر کہتے ہیں اور علما اسکو محمول علی التقیہ فرماتے ہیں کیونکہ یہ آپ کو معلوم ہوگا کہ جو حدیث محمول علی التقیہ ہوتی ہے

اس پر عملدر آمد نہیں ہوتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمول علی التقیہ ہے حدیث غیر معتبر مراد ہے۔ پس ہمارے اور آپ کے درمیان صرف نزاع لفظی رہی جاتی ہے جو کچھ وقعت نہیں رکھتی ہے۔ تنقید رواۃ میں ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ فرض کیجیے ہشام جسمانیت خدا کے قائل تھے پس اگر ان سے جو حدیث صفات باری تعالیٰ میں بیان ہو گی اور درایت کرنے مشکوک ہو گی تو ضرور وہ حدیث نا قابل قبول ہو گی اور اگر علاوہ اس کے اور کسی مضمون کی حدیث وہ بیان کرتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں تو کل احادیث صحیح سمجھی جائیں گی اسیطرح سے فطحی وغیرہ وغیرہ کی مثالیں ہیں۔ جناب مذکور بالا کل اصول پر جب علما حدیث کی جانچ فرمالیتے ہیں تب اس پر حکم جاری فرماتے ہیں۔ اب میاں سلمہ آئندہ یا تو میرے ان سب اصول کو توڑ دیں یا اسی اصول کی بنا پر احادیث بیان کرینگے تو میں جواب دوں گا ورنہ مجھسے آئندہ جواب کی امید نہ رکھی جائے۔

محمد عباس سلمہ نے رد التنقید میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جو راوی ثقہ ہے جبتک وہ عادل بھی نہ ہو گا حدیث اسکی صحیح نہیں کہی جائے گی جواب اسکا یہ ہے کہ جتنی احادیث جو آپ نے کتاب سابقہ میں پیش کی ہیں اور ان کو صحیح تحریر فرمایا ہے کیا ان احادیث میں سب رواۃ ثقہ کے ساتھ عادل بھی ہیں۔ پھر جناب صفوی کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ رجال شیخ صہ ۸ پر تحریر ہے کہ جو ثقہ ہو گا وہی عادل بھی کہلائے گا۔ اسواسطے ہماری پیش کردہ احادیث صحیح ہیں۔ رد التنقید کے بارے میں محمد عباس فرماتے ہیں کہ میں صحیح مسلم و تفسیر بیضاوی وغیرہ کو کب مانتا ہوں جو اسکے حوالے مجکو دیے گئے ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ جسطرح انھوں نے مذہب شیعہ کو پبلک کے سامنے مسخ کر کے پیش کیا تھا اسی طرح سے میں نے پبلک کے سامنے اصلی تصویر مذہب شیعہ کی پیش کر کے بین الفریقین کے اقوال پیش کر دیے ہیں کہ اگر یہ کتاب کسی اہل خلاف کی نظر سے گذرے تو کم از کم وہ بھی سمجھ لے کہ تقیہ صرف اہل التشیع کے یہاں نہیں بلکہ کل اہل اسلام پر جائز ہے آپکے واسطے تو صرف جواب اتنا تھا کہ جن روایات کو آپ نے پیش کیا تھا اور ان پر جرح و قدح کی تھی ان کو میں نے کلام اللہ سے تائید کر کے دکھلا دیا جسکا

شاہد ہماری کتاب سابقہ کا صـ۱۲ تا صـ۲۳ ہے جنمیں حضور صلعم کا پابند تقیہ رہنا آیہ مبارکہ ولا تجہر بصوتک ولا تخافت بھا سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تقیہ بروایت امام محمد باقر علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام کا تقیہ سورہ یوسف سے ثابت کیا ہے مگر آپ نے ان روایات کا کچھ بھی جواب نہ دیا پھر جناب رد تردید صـ۲ پر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وجوب تقیہ ثابت کیجئے تو جناب میں نے تقیہ کو واجب ہرگز نہیں لکھا ہے بلکہ جائز ضرور لکھا ہے پھر جب اسلام میں تقیہ جائز ہے اور اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو کیا قباحت ہے۔ رد تردید صـ۵ پر میاں نے تقیہ لفظی و تقیہ عملی کی بابت ایک ضعیف اور غیر معتبر روایت پیش کر کے حضرت علی علیہ السلام کا تقیہ عملی ثابت کرنا چاہا تھا اور اس روایت کو تحریر کر کے مجکو بحیثیت مقلد ہونے کے اسکو صحیح ماننے پر مجبور کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آپکی پیش کردہ حدیث کے آخر میں (محمول علی التقیہ) تحریر ہے جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حدیث غیر معتبر ہے پھر ہم اسکو کیوں صحیح مانیں گے تقیہ لفظی کا ایک ثبوت اور لیے جائیے۔ کتاب کافی میں بسند معتبر و نیز بصائر الدرجات بسند حسن موسیٰ بن اشیم سے روایت کی ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص نے ایک آیت کی تفسیر پوچھی حضرت نے اسکا جواب دیا بعد اسکے دوسرا شخص آیا اور اسی آیت کو پوچھا حضرت نے پہلی تفسیر کے علاوہ جواب دیا پس مجھپر وہ حالت طاری ہوئی جسکو خدا ہی خوب جانتا ہے گویا میرے دلکو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو قتادہ کو جو ایک حرف بھی خطا نہیں کرتا ہے شام میں چھوڑ کر اس بزرگ کے پاس آیا ہوں جو ایسی خطائے عظیم کرتا ہے میں اس خیال میں تھا کہ تیسرا آدمی آیا اور اس نے بھی اسی آیت کی تفسیر پوچھی حضرت نے ان دونوں جوابوں کے سوا اور ہی قسم کی تفسیر اس سے ارشاد فرمائی اسوقت میرا دل مطمئن ہوا اور میں نے جانا کہ یہ خطا نہیں بلکہ دانستہ بطریق تقیہ و مصلحت اسطرح فرماتے ہیں چونکہ حضرت بہ اعجاز میرے اس خیال سے آگاہ تھے میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت سپرد کی اور فرمایا ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب

اور اپنے پیغمبر صلعم کو تفویض کیا اور فرمایا ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یعنی جو کچھ رسول تمکو عطا کرے اسکو لو اور اس پر عمل کرو اور جس چیز سے تمکو منع کرے پس اسکو ترک کرو جو کچھ خدا نے حضور صلعم کو عطا کیا وہی ہمکو بھی عطا کیا ہے۔

جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ پر سرسری نظر

محمد عباس صاحب رد تردید صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ جناب مجلسیؒ تنقید رواۃ میں ضرورت سے زیادہ نرم تھے اسی لئے اکثر احادیث ضعیف کو معتبر اور صحیح فرما گئے ہیں۔ مثلاً عبد السلام عالی المذہب تھا مگر جناب مجلسی اسکو بھی شیعہ اور ثقہ تحریر فرما گئے ہیں۔

جواب۔ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ محمد عباس اسوقت علامہ دہر ہو رہے ہیں اب ان کے سامنے چراغ جلنا بہت مشکل ہے مگر اتنا میں ضرور جانتا ہوں اور دنیا پر خوب روشن ہے کہ بین الفریقین جناب ملاؒ کے برابر کسی کی تصنیف نہیں ہے۔ ایسا عالم جدید میاں سلمہ کے برابر بھی تنقید رواۃ کر سکا ہو۔ جناب ذرا بحار الانوار ملاحظہ فرمایئے تب آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ تنقید رواۃ میں کیسے تھے بغیر سمجھے ہوئے اعتراض نہ فرمایا کیجئے۔ عبد السلام کو جناب ملا باقرؒ تنہا ثقہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ صاحب رجال نجاشی بھی عبد السلام کو ثقہ لکھتے ہیں (نجاشی صفحہ ۱۰۲) دوسرا اعتراض جناب ملا پر میاں نے یہ فرمایا ہے کہ جناب ملاؒ نے تحقیق رجعت میں ایک حدیث وضع کر دی کہ حضرت امام زماں عجل اللہ ظہورہ کے ظہور تک سلطنت صفویہ باقی رہے گی مگر نہ شاہ صفوی ہیں نہ سلطنت ہے رد تردید صفحہ ۲

جواب۔ کتاب بحار الانوار کی پچیسویں جلد میں اس حدیث کو جناب ملا مجلسیؒ نے نقل کیا ہے جسکے سلسلہ رواۃ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے صرف جناب ملا مجلسیؒ نے سلطنت کے آثار و اقبال دیکھکر احتمالاً اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ سلطنت امام آخر الزماں کے ظہور تک قائم رہے گی جسکا مفصل ذکر بحار میں موجود ہے۔ اب میاں صفوی سلمہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں پر احتمال آجائے وہاں استدلال باطل سمجھا

جاتا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل بہ الاستدلال۔ اسواسطے ملا پر یہاں اعتراض کرنا بالکل خلاف ہے جسطرح جناب مجلسی نے احتمالاً اپنا خیال ظاہر کیا تھا ویسے میں بھی آپ کو ایک مثال دیگر ایک حدیث کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں بصائر الدرجات میں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ فسق فجور بہت کریں گے تو پانی آسمان سے ناوقت برسا کرے گا زراعت کو مختلف طریقوں سے نقصان ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس حدیث کو دیکھتے ہوئے میں اپنا خیال ظاہر کروں اور کہوں کہ یہ پیشین گوئی حضور صلعم کی اسی زمانہ کے واسطے معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تین سال سے برابر بارش ناوقت ہوتی ہے لہذا میرا یہ خیال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میں نے حدیث وضع کر دی بلکہ حدیث کے قرائن اور زمانہ کی حالت دیکھتے اگر میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے گو میرا خیال غلط نکل جائے اور ممکن ہے کہ یہ پیش گوئی حضور صلعم کی آئندہ کسی زمانہ کیواسطے ہو یہی حال جناب ملا رہ کی بھی حدیث کا ہے۔ اور پھر خدا کے فضل سے خاندان صفویہ میں آپکی سلطنت ابھی تک باقی ہے آمین

باب التقلید

تقلید کے معنی پیروی کرنا۔ پوچھنا ہے۔ دنیا میں ہر شخص پڑھا لکھا اور مسائل سے واقف نہیں ہے اور نہ ہر فرد بشر ہو سکتا ہے ہزاروں میں دو چار نفوس ایسے ہیں جو شرع محمدی سے واقف ہیں اسلئے جہلا مجبوراً علماء دین سے مسائل دریافت کریں گے لہذا عقلاً ثابت ہوتا ہے کہ تقلید علماء ضروری ہے۔ بھائی سلمہ کیونکہ خود عالم ہیں لہذا وہ ہر شخص کو اپنے اوپر تصور کر لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر علماء کی تقلید جائز ہوتی تو حدیث الثقلین میں کتاب اللہ و عترتی کے ساتھ علما کا بھی لفظ آتا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ جسوقت ائمہ علیہم السلام نظروں کے سامنے موجود تھے اسوقت تو بیشک سوائے امام برحق کے غیر کی تقلید کرنا ناجائز تھی اب اسوقت جبکہ ہمارا امام برحق نظروں سے پوشیدہ ہے اور کسی مسئلہ کو ہمکو دریافت کرنا ہو تو ہم جہلا کس سے مسئلہ دریافت کریں کیونکہ

کیونکہ ہمکو ہر ہر حکم شرعیہ سے اطلاع نہیں ہے۔ لہذا پھر عقل یہی تقاضا کرتی ہے کہ جو ہم سب میں عالم ہو اس سے پوچھو۔ فطرۃً غیبت امام میں تقلید عالم کرنا پڑیگی بغیر تقلید کے ہمارا کوئی عمل موافق شرع صحیح نہیں ہو سکتا ہے یہ ضرور میں کہوں گا کہ تقلید شخصی ضروری نہیں ہے جسکی شاہد ذیل کی آیہ مبارکہ ہے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون پس کیوں نہیں باہر نکلتے ہیں ہر فرقہ میں سے انہیں سے ایک گروہ تاکہ وہ سمجھیں بیچ دین (علم فقہ کو سیکھیں حضور صلعم سے) اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جس وقت کہ وہ انکی طرف پھریں علم دین حاصل کرکے تاکہ ڈریں وہ احکام کو سنکر اور گناہوں سے پرہیز کریں۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقیہ ہونا واجب کفائی ہے اور دریافت کرنا ہر شخص کو مسائل دین کا بلا واسطہ یا بواسطہ واجب عینی ہے۔

لہذا تقلید کرنا جہلا کو ضروری ہے محمد عباس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تردید التنقید میں میں نے تفسیر عمدۃ البیان کی عبارت ضرور نقل کی ہے کیونکہ میں مقلد ہوں۔ بہر حال اگر تفسیر مذکور میں جو بحث جناب مولوی عمار علی صاحب مرحوم نے کی ہے اگر وہ غلط ہے تو اسکو رد کرکے غلط ثابت کیا ہوتا جب آپ کو اس کے ایک حرف کا بھی جواب نہ بن پڑا تو رد تردید کے صفحہ ۱۰ پر لکھدیا کہ محمد حسین نے تفسیر عمدۃ البیان پر تصرف کیا اور اسکا حوالہ بھی نہیں دیا۔ تو اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور میاں سلمہ کا بھولا پن دیکھیں کہ میں نے تفسیر عمدۃ البیان کی عبارت نقل کرنے کے پیشتر تردید التنقید کے صفحہ ۳۵ سطر ۹ پر لکھدیا ہے کہ (بقول مولوی عمار علی صاحب مرحوم) اب ناظرین غور فرمائیں کہ اگر میں نے بجائے کتاب کا نام درج کرنے کے مصنف کا نام درج کردیا تو اسمیں میں نے کونسی تحریف کی ہے۔

قران غیر محرف ہے

حسب فرمائش بھائی سلمہ اس مضمون کو قران اور احادیث سے ثابت کرتا ہوں۔ پہلے قرانی

ثبوت لیجئے پھر احادیث سے سمجھاؤں گا۔ (۱) انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون ۰ بیشک ہم ہی نے قران اتارا ہے اور ہم ہی اسکے نگہبان ہیں (۲) واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمتہ ولن تجد من دونہ ملتحدا ۲۷ اور (اے پیغمبر) تیرے مالک کی کتاب جو تجکو بھیجی گئی ہے اسکو پڑھتا رہ اسکے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا ہے اور تجکو اس کے سوا اور کہیں پناہ نہ ملے گی مذکور بالا ایت نمبر ا میں لفظ (ذکر) آگیا ہے شائد میاں سلمہ یہ نہ خیال کریں کہ ذکر کے معنی وہاں پر حضور صلعم کی ذات اقدس سے مراد ہے۔ لہذا ذیل کی آیت سے انکا شبہ انشاءاللہ رفع ہو جائے گا۔ ایت ملاحظہ ہو۔

وانزلنا الیک الذکر للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون اور ہم نے تیری طرف اے محمد صلعم نازل کیا ذکر (قران) کو تاکہ بیان کرے تو آدمیوں کے واسطے اس چیز کو جو نازل کیگئی ہے طرف ان کے اور تاکہ وہ فکر کریں تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۱۹۵

نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ صفحہ ۲۸۶

خطبہ جناب امیر علیہ السلام

(۱) خداوند عالم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کو حق کیساتھ اسوقت مبعوث فرمایا جبکہ انقطاع دنیا سے قریب ہو گیا تھا............ پھر آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ایک نور ہے جس کے چراغ گل نہیں ہو سکتے.......... وہ ایک بحر ہے کہ پانی نکالنے والے اسے خالی نہیں کر سکتے ایسے چشمے ہیں کہ پانی کھینچنے والے انہیں سے ایک قطرہ بھی کم نہیں کر سکتے۔ آبگاہیں ہیں کہ وارد ہونیوالے جنہیں نقصان ہی نہیں پہنچا سکتے۔

نوٹ:۔ دیکھا میاں سلمہ کن اشاروں سے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ قران مجید میں تحریف نہیں ہو سکتی (۲) ایہا الناس تم ذکر خدا میں کوشش کرو کیونکہ یہ بہترین اذکار ہے....... تم قران کا علم حاصل کرو کیونکہ افضل ترین حدیث یہی ہے....... اسی قران کے نور سے شفا طلب کرو کیونکہ

یہ سنیوں کا شفا دینے والا ہے ص۱۵۵ (۳) عن سعد الخفاف عن ابی جعفر علیہ السلام قال یا سعد تعلموا القرآن۔ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ اے سعد اس قرآن کی تعلیم حاصل کرو۔ اصول الکافی مطبوعہ ایران کتاب فضل القرآن ص۵۹۶ سطر ۲ و ۳

نوٹ:۔ یہ معلوم ہے کہ امام پنجم کے زمانہ میں یہی قرآن موجودہ رائج تھا کوئی اور قرآن نہیں تھا اگر شیعہ جماعت اس قرآن کو صحیح نہ مانتے تو ان کے امام اپنے شیعوں کو اسکی تعلیم حاصل کرنے کا کیوں حکم دیتے اور پھر سعد خفاف حضرت سے یہ کیوں نہ عرض کرتے کہ حضرت یہ قرآن تو محرف ہے اسکے سیکھنے سے کیا فائدہ یا اسکا علم کس مصرف کا ہے۔ مگر انھوں نے یہ عذر نہیں کیا جس سے قطعی ثابت ہوا کہ شیعہ ابتدا سے موجودہ قرآن کو صحیح مانتے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔

محمد عباس کو اب تو اطمینان ہوجانا چاہیئے کہ قرآن غیر محرف ہے کیونکہ میں نے امام اول کے کلام کی تائید امام پنجم سے بھی کروا دی ہے۔
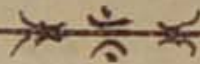
تعریف فرض اور واجب و سنت و مکروہ جو شرع میں مرقوم ہے

فرض۔ فریضہ صدقہ وہ ہے کہ جسکو حضور صلعم نے فرض کیا ہو۔ یعنی اللہ کے حکم سے لوگوں پر واجب کر دیا ہو۔ فرض اور واجب دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور فرض امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب سے زیادہ موکد ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض اور واجب برابر ہیں بحار الانوار جلد ۳ ص۶۹

سنت:۔ شرع میں جو کچھ حضور صلعم نے حکم فرمایا ہو یا منع کیا ہو۔ یا مندوب ٹھرایا ہو۔ قولاً یا فعلاً ان چیزوں سے کہ جن کا ذکر قرآن میں نہ آیا ہو۔ بحار جلد ۲

سنت موکدہ۔ جسکے بارے میں حضور صلعم نے تاکیداً حکم دیا ہو۔

حرام۔ وہ ہے جسکو خداوند عالم اور رسولخدا صلعم نے حرام فرمایا

مکروہ۔ جسکو آدمی بُرا سمجھیں اور اسکو کرنے میں تکلیف ہو۔ جیسے سردی کے زمانہ میں نہایت

تعریف فرض ۔ واجب ۔ سنت ۔ مکروہ بقلم محمد عباس سلمہ

فرض ۔ وہ چیز ہے جس کے متعلق قران مجید میں صراحتہً حکم دیا گیا ہے ۔

واجب یا سنت موکدہ وہ شے ہے جسکا ذکر قران مجید میں صراحتہً نہیں ہو ۔ یعنی واجب وسنت موکدہ ایک ہی بات ہے ۔

نوٹ : محمد عباس کو معلوم ہو کہ واجب کی یہ تعریف امام ابو حنیفہ کی ہے اثنا عشری کی نہیں ہے ۔

سنت وہ چیز ہے جو یا تو باعتبار فوائد دنیوی واجب و فرض کے برابر نہیں ہے ۔

باب الاطعمہ والصید والذبائح

ناظرین طعام اہل الکتاب پر میں بہت کافی بحث اپنی کتاب سابقہ میں کر چکا ہوں ۔ محمد عباس کو جب اسکا جواب نہ بن پڑا تو یہ کہکر ٹالدیا کہ تردید التنقید میں بہت تضاد ہے اور طعام کے معنی تفسیر بالرائے کرکے یہ تحریر کردیا کہ طعام کے معنی گوشت کے اس ایت سے نکلتے ہیں ۔ کل طعام کان حلاً لبنی اسرائیل ۲ لایا تیکما طعامٌ ترزقنا الا نباتکما بتاویلہ اور ایک راوی محمد بن القیس ابو عبد اللہ البجکی کو ضعیف فرما کر کل کتاب کا جواب صرف تین باتوں میں دیا ہے ۔ کیوں نہ ہو ماشاءاللہ قابل لوگ تو کل کتاب کا جواب ایک ہی بات میں دے دیتے ہیں آپ نے تو تین باتوں میں جواب دیا ہے ۔ اب جواب ان تینوں اعتراضات کا ملاحظہ فرمایئے ۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی غیر زبان کا ترجمہ کرتا ہے تو دوران ترجمہ میں بہت سے الفاظ ایسے آجاتے ہیں جو بغیر لغت کے حل نہیں ہو سکتے ۔ لہذا فطرۃً انسان لغت کا استعمال کرے گا عام کتابوں کے ساتھ تو ترجمہ کرتے وقت ہمکو مذکورہ بالا ترکیب کرنا ہوگی

اب صرف کلام اللہ ہیں یہ بات ضرور ہے کہ اسکا ترجمہ کرتے وقت لغت اور کلام رسول صلعم یا
اقوال ائمہ علیہم السلام ضرور دیکھنا پڑتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب سابقہ میں لغت اور اقوال ائمہ
علیہم السلام سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طعام کے معنی میوجات ۔غلات ۔گندم کے ہوتے ہیں اور گوشت
کے معنی کسی نے نہیں تحریر کیے ہیں اور نہ کسی لغت میں طعام بمعنی گوشت آئے ہیں ۔اس پر
محمد عباس نے یہ اعتراض کیا کہ محمد حسن نے نہایہ ابن اثیر و صحیح مسلم کو قرآن پر ترجیح دی ہے لہذا آپ
حضرات فرمائیں گے کہ میں طعام کا ترجمہ اور کسطرح سے کرتا اور میں نے نہایہ ابن اثیر کو کسطرح قرآن
پر ترجیح دی اب بھائی سلمہ ذرا انکو سمجھا دیں کہ مذکور بالا آیات میں لفظ طعام سے جو بھائی نے گوشت
کے معنی فرمائے ہیں وہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے ۔کیونکہ نہ تو کسی لغت کا آپ نے حوالہ دیا ہے
نہ کسی معصوم کا قول نقل کیا اور نہ جناب صفوی صاحب اہل زبان ہیں جو ان کا قول مانا جائے
کہ طعام بمعنی مذکور بالا آیات سے گوشت کے نکلتے ہوں ۔کاش اپنے قول کی تائید میں کوئی
ضعیف ہی روایت پیش کر دی ہوتی اب فرمائے کہ ان آیات میں تفسیر بالرائے آپ نے کی
ہے کہ نہیں میں نے جو اہل الذکر کے معنی علما کے تحریر کیے ہیں تو وہ تفسیر بالرائے میں نے ہرگز
نہیں کی ہے بلکہ مفسرین نے اسمیں اختلاف کیا ہے جس تفسیر میں چاہو دیکھ لو اسمیں کوئی شک
نہیں ہے کہ علمائے حقیقی ائمہ علیہم السلام ہیں مگر غیبت امام میں کیونکہ نائب امام مجتہد ہوتے ہیں ۔
لہذا غیبت میں فسئلوا الذکر کا خطاب ابھی علماء دین کی طرف ہو گا کیونکہ یہ لوگ بھی
اقوال ائمہ علیہم السلام بیان فرماتے ہیں اپنی طرف سے ہرگز کوئی فتوا نہیں دیتے ہیں ۔
اب ذیل کے دو جملہ بھی ملاحظہ فرمائیے جس سے جناب صفوی صاحب نے میرا تضاد دکھلایا ہے
جملہ نمبر ۱ ۔ اہل کتاب میں وہ لوگ جو کافر و مشرک نہیں ہیں ان کے یہاں کا کھانا بے عذر
جائز ہے ۔ تردید التنقید صـ۳۳
جملہ نمبر ۲ ۔ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو کوئی شہادتین کا قائل ہو اور ناصبی و خارجی
نہ ہو اور غلاۃ اور مفوضہ میں سے ہو تو سور (جھوٹا) انکا پاک ہے اور سوائے اس کے

سب کا سور نجس ہے تردید التنقید ص۲۸

اعتراض محمد عباس نے اس پر یہ کیا ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ اہل کتاب میں جو لوگ قائل تثلیت نہیں ہیں وہ بھی جناب محمد مصطفےٰ صلعم کو رسول خدا نہیں مانتے ہیں اور بھائی صاحب تردید التنقید کے ص۲۸ پر قاعدہ کلیہ قائم کرچکے ہیں۔ لیکن اپنے قاعدہ کو بنفس نفیس توڑ کر ص۳۳ پر اہل کتاب کے یہاں کا کھانا جو کافر و مشرک نہیں بے عذر جائز فرماتے ہیں۔

جواب:۔ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ میں کتاب سابقہ میں لکھ چکا ہوں۔ اسکا جواب دینا آپ کی قوت کے باہر ہے صرف رد و تردید کی خانہ پوری کی گئی ہے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ تردید التنقید کا جواب نہ دے سکے میرے اس کلام کی تائید ناظرین کو ذیل میں خوب روشن ہو جائیگی کہ محمد عباس نے کسقدر تحریف سے کام لیا ہے اگر آئندہ اسطرح کا جواب دیا گیا تو میں ابھی سے میدان چھوڑے دیتا ہوں۔

جملہ نمبر ا نقل مطابق اصل۔ اہل کتاب میں وہ لوگ جو کافر و مشرک نہیں ہیں ان کے یہاں کا کھانا بے عذر جائز ہے مگر اہل شرک و کفر اگرچہ اصلاحاً اہل کتاب ہوں مگر ان کے ہاتھ کا کھانا ناجائز ہے۔ تردید التنقید ص۳۳ اور اسی بحث کے خاتمہ پر میں کتاب سابقہ کے ص۳۴ پر یہ اور تحریر کردیا ہے کہ قرآن مجید میں لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب موجود ہے پس جو اہل کتاب کافر و مشرک ہوں گے ان کے ہاتھ کا کھانا کھانے کیلئے ہم انما المشرکون نجس پر عمل کرینگے اور جو ایسے نہ ہوں گے تو ان کے یہاں کا کھانا طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم الخ کے مطابق جائز سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ کھانا ایسی چیزوں سے پاک ہو جسکی ممانعت قرآن مجید میں آگئی ہے پھر جب لغت سے اور اقوال ائمہ علیہم السلام سے ہم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ طعام بمعنی گندم و غلات کے ہیں پھر ہمکو یہ تاویل کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی لیکن کیونکہ طعام اہل کتاب پر علماء نے اختلاف کیا ہے اس لئے ہمکو مذکور بالا تاویل کرنا پڑی اور پھر ہر پہلو سے یہی ثابت کیا کہ اگر اہل کتاب کا طعام منہیات شرعیہ کے اندر

ہوگا تو ہم کھائیں گے مگر اسوقت کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہے جو ہمارے مذہب کے حلال وحرام کے موافق ہو پھر ان کا کھانا کسطرح ہم کھا سکتے ہیں اور بفرض محال اگر جیسا محمد عباس نے تضاد دکھلایا ہے ویسا ہی مان لیا جائے تب بھی تضاد ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ ہم نے یہ لکھا ہے کہ اہل کتاب میں جو مشرک وکافر نہیں ہیں ان کے یہاں کا کھانا جائز ہے میں نے یہ نہیں لکھا ہے کہ ان کا جھوٹا کھانا جائز ہے کیونکہ لفظ ان کے (یہاں) میں اور ان کے (جھوٹے) میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب ناظرین خود انصاف فرمالیں گے میں نے تہذیب الاحکام سے ایک حدیث تردید التنقید میں نقل کی تھی جسکے راوی سب ثقہ ہیں اور حدیث بالکل صحیح ہے مگر کیونکہ وہ حدیث میاں سلمہ کے مطلب کے خلاف تھی اور محمد عباس کو رد التردید کے صفحات جواب سے پُر کرنا تھے۔ فوراً اعتراض جھاڑ دیا اور ایک راوی کو مردود کر دیا پہلے روایت ملاحظہ فرمائیے فی التہذیب عن یوسف بن عقیل عن محمد بن القیس عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال امیر المومنین علیہ السلام لا تاکلو ذبیحۃ النصاریٰ العرب فھم لیسوا اہل الکتاب جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نصاریٰ عرب کا ذبائح نہ کھاؤ کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

اب جناب صفوی صاحب کا اعتراض ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ برادر محترم شاید اس امر سے ناواقف نہوں گے کہ محمد بن قیس دو راویوں کا نام تھا اور وہ دونوں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا کرتے تھے چونکہ ان میں ایک راوی نہایت ضعیف تھا اسلئے شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ حدیث جسمیں محمد بن قیس عن ابی جعفر ہو مردود ہے۔ تعجب ہے کہ جناب کوثر صاحب نے مقلد ہوکر ایسی حدیث پیش فرمائی جو علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے

جواب :۔ بھائی سلمہ کو معلوم ہو کہ میں خدا کے فضل سے خوب جانتا ہوں کہ محمد بن قیس دو راوی تھے اور دونوں امام پنجم رض سے روایت کرتے تھے منجملہ ان دو کے ایک راوی ضعیف بھی ہے اور جو کچھ جناب شہید ثانی رح نے فرمایا ہے بالکل درست ہے مگر جناب صفوی صاحب یہ

بتلائیں کہ مذکور بالا روایت میں محمدؑ بن قیس وہی راوی ہے جو مردود تھا کیونکہ جناب نے کسی رجال کا حوالہ نہیں دیا ہے صرف دھوکے کا اعتراض ضرور فرمایا ہے۔ جناب تو حدیث کی بہت جانچ فرمارہے ہیں مگر یہاں پر اس حدیث کی جانچ باقاعدہ نہیں فرمائی ہے خیر اعتراض کا جواب سمجھ لیجئے۔

مذکور بالا حدیث میں یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن قیس جو ضعیف راوی تھا اسکا سلسلہ رواۃ کن کن راویوں سے ملتا ہے اور محمدؑ بن قیس جو ثقہ ہیں انکا سلسلہ رواۃ کس کس سے ملتا ہے۔ اب پتہ اسطرح چلے گا کہ محمد بن قیس جو مذکور بالا حدیث میں ہیں ان کے ساتھ اور کون راوی ہے تو حدیث مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قیس کے بعد ہی یوسف بن عقیل ہیں لہذا جس محمد بن قیس نے یوسف بن عقیل سے روایت کی ہو گی وہی اس حدیث میں محمد بن قیس ہیں۔ اب آیا وہ مردود ہیں یا ثقہ اسکا پتہ آپ کو ذیل کی عبارت سے معلوم ہو جائے گا میں دونوں محمد بن قیس کے حالات اور سلسلہ رواۃ درج کئے دیتا ہوں ملاحظہ ہو۔

محمد بن القیس ابو عبد البجلی ثقہ عین کوفی روی عن ابی جعفر و ابی عبداللہ علیہما السلام لہ کتاب القضایا المعروف رواہ عنہ عاصم بن حمید الحناط و یوسف بن عقیل و عبید ابنہ اخبرنا احمد بن عبد الواحد قال حدثنا علی بن محمد القرشی قال حدثنا علی بن الحسن بن فضال عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم عن محمد بن قیس اخبرنا ابو الحسن احمد بن محمد بن موسیٰ قال حدثنا ابو علی بن ھمام قال حدثنا العباس بن محمد بن الحسین عن ابیہ عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم عنہ رجال نجاشی صہ ۲۲۶

*

محمد بن القیس ابو نصر الاسدی احمد بن نصر بن قعین بن الحرب بن

ثعلبة بن دودان بن اسد وجہ من وجوہ العرب بالکوفہ وکان خصیصا بعمر بن عبد العزیز
ثم یزید بن عبد الملک وکان احدھما انفذہ الی بلاد الروم فی فداء المسلمین
روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ علیہما السلام ولہ کتاب قضایا امیر المومنین علیہ
السلام ولہ کتاب اخر نوادر ولنا محمد بن قیس البجلی ولہ کتاب لیساوی کتاب محمد
بن القیس الاسدی ولنا محمد بن القیس الاسدی ابو احمد ضعیف روی عن ابی
جعفر ع اخبرنا محمد بن جعفر جعفر قال حدثنا احمد بن محمد بن سعید قال قال
حدثنا یحیی بن زکریا الحنفی عن محمد بن قیس رجال نجاشی ص ۲۲۶

اب ناظرین انصاف کریں کہ جو روایت میں نے پیش کی ہے اس میں محمد بن قیس کے بعد ہی
یوسف بن عقیل ہیں اس لئے جس روایت میں محمد بن قیس کے ساتھ یوسف بن عقیل آئے ہیں وہی
ثقہ ہیں اور دوسرے محمد بن قیس ضعیف ہیں اسواسطے ہماری پیش کردہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ میاں
سلمہ کسی کتاب کا جواب لکھنا آسان نہیں ہے اعتراض کر دینا سہل ہے جناب صفوی صاحب نے
میری کتاب سابقہ میں جہاں پر مشرکین کی نجاست کا میں نے ثبوت دیا کچھ جواب نہیں دیا ہے صرف
تین اعتراض نئے وارد کر دیئے ہیں پہلے اعتراض ملاحظہ ہو پھر انشاء اللہ جواب دوں گا۔
میاں سلمہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر مشرکین نجس العین تھے تو انکو بعد عامہم ہذا کہکر ایک سال
کی مہلت اور کیوں دی گئی رد الترد یہ ص۱

(۲) اسی سال حج وطواف سے کیوں نہ روکا گیا۔؟

(۳) مسجد الحرام کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب :- اول تو خداوند عالم بہتر جانتا ہے۔ پھر دنیا ظاہر اسباب کو دیکھکر اور اس زمانہ
کے حالات جو کچھ کتب میں درج ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیونکہ ابتدا میں اسلام
بہت کمزور تھا اور مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ تھی کہ کفار و مشرکین سے مقابلہ کر سکیں اس لئے
اکثر احکام باری تعالیٰ ایسے ہی نازل ہوتے تھے مثلاً آیت ولا تجہر بالصلوٰۃ ولا تخافت بہا

یعنی نماز میں مت پکار کر پڑھ اور نہ آہستہ آہستہ۔ شان نزول اس آیہ مبارکہ کا یہ ہے کہ حضور صلعم مکہ میں پندرہ برس رہے اس میں سے صرف چار یا پانچ سال تک مخفی اور خوف زدہ طور پر دعوت اسلام کرتے رہے بقیہ حال یہ تھا کہ کفار قران و نبی و خدا پر معاذ اللہ لعن کرتے تھے اس لئے خدا نے یہ ایت بھیجی کہ نماز آہستہ پڑھو تاکہ مشرکین تمہیں نماز پڑھتے نہ سنیں مگر اصحاب سے اخفا کرنا ضروری نہیں لیکن آواز سے نہ پڑھو کہ کفار تم سے قران چھین لیں (تقیہ پر بھی نظر کر لیجئے) دوسری مثال صلح حدیبیہ کی بھی ہے۔ اسی طرح جس سال یہ آیت نازل ہوئی۔ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا الخ اس وقت مسلمانوں میں اتنی قوت تھی کہ وہ کفار اور مشرکین کو نکال سکتے تھے مگر تہذیب ان سے بعد عامھم ہذا کہا گیا۔ دنیاوی مثال لیجئے فرض کیجے کہ آپ ایک گاؤں میں رہتے ہیں اسمیں غیر مسلم بہت آباد ہیں آپ انکو نجس سمجھتے ہیں اور وہ لوگ برابر آپکے پاس آتے جاتے ہیں۔ مگر آپ میں اتنی قوت نہیں ہیں کہ آپ انکو اپنے یہاں آنے سے روک سکیں۔ اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کی جماعت اتنی ہو جائے کہ آپ انکو روک سکیں تو یقیناً جب وہ آپکے پاس آئیں گے تو آپ ان سے اخلاقاً یہی کہیں گے کہ ابتک تو آپ تشریف لاتے رہے اب آئندہ سے آپ تشریف نہ لائیے گا بالکل یہی مثال وہاں کی ہے کہ بعد عامھم ہذا کہکر روکنا عین اسلامی تہذیب ہے۔ اور جو محمد عباس نے مثال دی کہ مشرکین برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے تو کسی تاریخ میں یہ نہیں لکھا ہے کہ مسجد الحرام کے گرد مشرکین ایسا فعل کرتے ہوں پھر میاں فرماتے ہیں کہ مسجد الحرام کی تخصیص کیوں کی حج سے کیوں نہ روکا گیا۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ کلام مجید میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ احکام مجمل وارد ہوئے ہیں مثلاً ایت انما الخمر والمیسر الخ۔ لفظ خمر۔ انگوری شراب کو کہتے ہیں کلام اللہ میں انگوری شراب پینے کی ممانعت ہے مگر کہیں پر نبیذ و فقاع یہ شراب جو اور گڑ کھجو رسے تیار ہوتی ہے اسکی ممانعت نہیں۔ تو معترض کہہ سکتا ہے کہ قران میں صرف شراب انگور کی ممانعت ہے اور نبیذ و فقاع کا ذکر نہیں ہے لہذا شراب انگور ہم نہ پئیں گے مگر نبیذ اور فقاع پی سکتے ہیں

تو معترض کو بھی سمجھایا جائیگا کہ بھائی قرآن نے ایک اصول بیان کر دیا ہے کہ جو چیز نشہ کرے اسکو نہ پیو۔ ہر ایک شراب کا نام لکھنے سے کیا فائدہ کیونکہ کسی بات کا بار بار اعادہ کرنا خلاف فصاحت ہے۔ اسیطرح سے خدا نے مشرکین کی نجاست دکھلا کر حکم دے دیا کہ وہ مسجد الحرام کے قریب تک نہ آنے پائیں۔ جب ایک شے نجس قرار پا گئی تو وہ ہر مقام پر نجس رہے گی اس سے ثابت ہوا کہ جتنے پاک مقامات ہیں اسمیں مشرکین قدم نہ رکھنے پائیں خواہ کعبہ ہو یا دوسری پاک جگہ۔ اب ہر ہر مقام کا اعادہ کرنا کسقدر خلاف فصاحت تھا اس لئے یہ حکم کلی بیان کر دیا پھر یہ بھی خیال کیجئے کہ اسوقت سے لیکر اب تک مشرکین مسجد یا کعبہ وغیرہ میں نہیں جانے پاتے ہیں پھر جب سب نے مشرکین کی نجاست پر اتفاق کر لیا اور وہ حد تواتر کو پہنچ گیا تو کیا ضرورت ہے کہ اب انکو پاک سمجھا جائے میں نے کلام اللہ سے تردید التنقید میں یہ ثابت کیا تھا کہ مومنین کو مشرکات سے شادی نہ کرنا چاہیئے جبتک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور اپنے دعوے کی دلیل پر یہ ایت پیش کی تھی ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن بھائی سلمہ اسپر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم تنزیہی تھا جسطرح والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المومنین ہے۔

جواب اسکا یہ ہے کہ پہلے میں پوری ایت ولا تنکحوا المشرکات الخ نقل کیے دیتا ہوں جس سے صاف پتہ چل جائے گا کہ آیا اس ایت سے حکم تنزیہی ثابت ہوتا ہے یا نہیں ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مومن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ الخ ترجمہ اور تم شرک کرنیوالی عورتوں سے نکاح نہ کرو یہانتک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ ایمان والی لونڈی شرک کرنیوالی آزاد عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو تعجب میں ڈالے اور تم مشرکوں سے ایمان والی عورتوں کا نکاح نہ کرو یہانتک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ غلام مومن بہتر ہے شرک کرنے والے آزاد آدمی سے اگرچہ وہ تم کو تعجب میں ڈالے یہ شرک کرنیوالے مرد اور عورت تم کو دوزخ کیطرف بلاتے ہیں اور اللہ آدمیوں کو جنت کیطرف بلاتا ہے۔

اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ خدا فرماتا ہے کہ جو کوئی مشرک و مشرکہ سے نکاح کرے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا اور جو خدا کے حکم کے موافق نکاح کرے گا وہ بہشت میں جائیگا لہٰذا اب بھائی سلمہ بتلائیں کہ یہ حکم منسوخ ہی کہاں سے ہو گیا کیونکہ دوسرے مقام پہ خدا نے فرمایا ہے سورہ مائدہ میں جو مفسرین کے نزدیک سب سے آخری سورہ ہے اور پھر ان احکام کے بعد دوسرے احکام نہیں آئے ہیں یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین اے وہ لوگ کہ ایمان لائے مت پکڑو یہود کو اور نصاریٰ کو دوست بعض ان کے دوست بعض کے پس جو کوئی انکو دوست رکھے تم میں سے پس تحقیق وہ انہیں سے ہے تحقیق اللہ قوم ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

نوٹ:۔ محمد عباس سلمہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب یہود اور نصاریٰ سے دوستی کرنا منع ہے تو پھر شادی کرنا اُنسے کیسے جائز ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت کو خوب سمجھ لو۔ اب جو آیت منسوخی مثال میں میاں سلمہ نے پیش کی ہے اس کو بھی سمجھ لیجئے الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین ترجمہ نہ نکاح کرے زنا کرنے والا مرد مگر زنا کرنیوالی عورت سے یا مشرکہ سے اور زنا کرنے والی عورت نہ نکاح کرے مگر زنا کرنے والے مرد سے یا مشرک سے اور مومنین پر حرام کیا گیا ہے زانی اور زانیہ سے نکاح کرنا تفسیر قمی میں لکھا ہے کہ خدا نے اس آیت میں زانی کو مثال مشرک کے فرمایا ہے اسی لئے مومنین کو حکم ہے کہ وہ زانی اور زانیہ سے نکاح نہ کریں۔

نوٹ:۔ کیونکہ گذشتہ آیت سے میں نے ثابت کیا تھا کہ مومنین مشرکات سے شادی نکریں جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں ولا تنکحوا المشرکات اور بھائی سلمہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں مشرکات سے نکاح کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اپنی بات کی پرورش کیواسطے مذکور بالا آیت فوراً پیش کر دی اور یہ سمجھے کہ اس آیت میں کیونکہ لفظ مشرک آگیا ہے لہٰذا ہمارے قول کی تائید ہو جائیگی مگر یہ نہیں خیال کہ جرح قدح

کرنے والے کسی پہلو کو چھوڑتے نہیں ہیں اس لئے کہتا ہوں کہ مذہب شیعہ پر رحم کرو آپ کا جواب اور مثال تو بالکل ایسی ہے کہ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے اس آیت کی تفسیر میں کہ وہ عورتیں اور مرد ہیں جو زنا کرنے میں مشہور ہوں اور جو لوگ کہ اب ایسے ہیں وہ بھی مثل انکے ہیں اور جس پر حد زنا جاری ہوئی ہو اور مشہور زنا ہو اس سے بھی نکاح درست نہیں ہے جبتک کہ وہ توبہ نکریں اور امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی اسیطرح روایت کی ہے اور تفسیر قمی میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آیت رد ہے ان پر جو کہ زنا کرنے والی عورتوں سے متعہ اور نکاح حلال جانتے ہیں کیونکہ قران میں ہے کہ وحرم ذٰلک علی المومنین اور مومنین پر زانی اور زانیہ سے نکاح کرنا حرام کیا گیا ہے۔

صید البر و البحر

باب مذکور میں میں نے اپنی کتاب سابقہ میں بہت سے ادلہ و براہین قائم کرکے و آیات قرآنی سے یہ ثابت کیا ہے کہ سوائے لحم خنزیر اور میت اور خون کے اور بہت سے حرام ہیں مگر محمد عباس نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا صرف انہیں باتوں کا اعادہ الفاظ بدلکر کر دیا جو تنقید الاحادیث میں مرقوم ہیں یعنی سوائے گوشت سور میت اور خون سب چیزیں یعنی کتا بلی مینڈک چوہے وغیرہ حلال ہیں میں نے بہت سی آیات و احادیث کے منجملہ ایک آیہ مبارکہ سورہ مائدہ کی پیش کی تھی اور سورہ مائدہ جو مفسرین کے نزدیک سب سے آخری سورہ ہے اس آیت اُحلت لکم بھیمۃ الانعام الخ وہ بہائم جو چرتے ہیں ان کا گوشت حلال ہے چوہے شیر چیتا وغیرہ ایسے جانور سب کے سب حرام ہیں۔ لہذا اب تخصیص لحم خنزیر اور میت اور خون کی کچھ نہیں رہ گئی۔ اور قران شریف میں لحم خنزیر کی حرمت ہے اگر صرف الفاظ پر چلا جائے تو اسکا مطلب ہوگا کہ سور کی چربی اور دیگر چیزیں جو گوشت نہیں ہیں وہ بھی سب بقول محمد عباس کے جائز اور حلال ہیں بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ پھر کتاب سابقہ میں یہ بھی

دکھلایا تھا کہ قرآن مجید ایک وقت میں نازل نہیں ہوا بلکہ جیسا موقع آتا گیا ویسے احکام نازل ہوتے گئے اسی بنا پر میں نے یہ کہا تھا کہ اسوقت اہل اسلام جو چیزیں عادتاً کھاتے تھے اسمیں سے یہ تین چیزیں۔ لحم۔ سور، میت اور خون حرام قرار دی گئیں تھی مگر جب سب کے آخر میں حکم نازل ہوا کہ احلت لکم بھیمۃ الانعام تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان تین چیزوں کے علاوہ بھی اور چیزیں حلال و حرام ہیں اور پھر خدا فرماتا ہے کلوا من طیبات ما رزقنا کہ جو چیزیں کہ پاک ہیں ان کو کھاؤ اب طیبات کا ذکر صراحۃً تو قرآن میں ہے نہیں لہذا اب قرآن ناطق سے جو دریافت کیا تو انھوں نے یہ فرمایا کہ (وہ پرند جسکا پر مارنا صف پر غالب نہ ہو حرام ہے اور وہ پرند حلال ہے جو سنگدانہ یا پوٹا رکھتا ہو اور اسکا پر کا مارنا صف پر غالب ہو۔ اور جریث و مار ماہی اور بغیر چھلکے کی مچھلی حرام ہے اور فلس دار مچھلی حلال ہے الخ) اور قرآن صامت نے کہدیا کہ احلت لکم بھیمۃ الانعام وہ بہائم جو چرتے ہیں وہ حلال ہیں اور شیر چیتے وغیرہ حرام ہیں لہذا اب ہم کو کیا ضرورت کہ ہم آیت لحم خنزیر والی پر تو عمل کریں اور باقی آیات پر عمل نہ کریں۔

نوٹ: پرندہ حلال و حرام جو میں نے بیان کئے ہیں اسکا ثبوت مع اسناد کے آگے دیا گیا ہے اور میں نے دالیعون (جو امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ہے اس میں سے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے بغیر چھلکے کی مچھلی کی حرمت صراحۃً ثابت ہوتی ہے محمد عباس نے یہ کہدیا کہ وہ روایت فضل بن شاذان سے مروی ہے اور علامہ کشی جبرئیل و دکوان کے متعلق لکھتے ہیں لہذا وہ روایت بھی ناقابل اعتبار ہے۔

اب ناظرین فضل بن شاذان کے حالات ملاحظہ فرمایئے اسی پر ہمارا اور میاں سلمہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔

"الفضل بن شاذان بن الجلیل ابو محمد الازدی النیشاپوری کان ابوہ من اصحاب یونس عن ابی جعفر الثانی ایضا علیہما السلام وکان ثقۃ احد اصحابنا الفقہاء والمتکلمین وله جلالة الخ" نجاشی ص ۲۱۶

اب تو شاید بھائی سلمہ کو یقین آگیا ہو گا کہ ہماری حدیث صحیح ہے۔

لہذا التردید کے بہت سے اوراق محمد عباس سلمہ نے اپنی عربی قابلیت کے اظہار میں بھر کے ہیں

میں نے اس مرتبہ یہ قطعی طے کیا تھا کہ ان کی قابلیت پر قلم کو جنبش نہ دوں گا مگر اس موقعہ پر میں بالکل مجبور ہو گیا اور ان کی عربی قابلیت کا اظہار خود ان کی تحریر سے کرنا پڑا میں نے اپنی کتاب سابقہ میں ایک روایت اصبغ بن بناتہ سے جو تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے نقل کر کے بغیر چھلکے کی مچھلی کے حرام ہونے کی علت دکھلائی پہلے روایت مع ترجمہ جو کتاب سابق میں ہے نقل کرتا ہوں پھر محمد عباس کی قابلیت کا اظہار کروں گا۔

فی خبر اصبغ بن نباتہ عن علیؑ المروی من تفسیر عیاشی امتان مستخنات من بنی اسرائیل فاما التی اخذت البحر فی الجریث وما التی اخذت البر فی الضباب

تفسیر عیاشی میں حضرت علی امیر المومنین سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے بنی اسرائیل کے دو فرقوں کو مسخ فرمایا ان دو میں سے جس نے دریا کا رخ کیا وہ جریث بے چھلکے کی مچھلی ہے اور جس نے زمین کی سکونت اختیار کی وہ سوسمار ہے۔

ناظرین۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرنے والے اصبغ بن نباتہ اس اور یہ روایت تفسیر عیاشی سے نقل کی گئی ہے۔ حدیث عربی میں اسکا ترجمہ اردو میں دونوں موجود ہیں بھائی سلمہ اعتراض فرماتے ہیں کہ محمد حسن نے اصبغ بن نباتہ کی توثیق بھی کی ہے۔ مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ جناب عیاشی امیر المومنین علیہ السلام کے صدیوں بعد پیدا ہوئے تھے پھر وہ بلا واسطہ ایک صحابی امیر المومنین سے کیونکر روایت کر سکتے تھے۔ ردالتہدید صہ ۱۴

حضرات جو شخص اردو کی عبارت تک کا مطلب نہ سمجھ سکے اور عربی کا عالم بننے کو تیار ہو تو اسکے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں مگر علمائے نے ایسے شخص کو جہل مرکب سے تعبیر فرمایا ہے۔

بھائی سنو۔ اردو میں ترجمہ صاف لکھا ہے کہ تفسیر عیاشی میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے یہ ہرگز نہیں لکھا ہے کہ جناب عیاشی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے اور نہ عیاشی نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے جو آپ نے ردالتردید صہ ۱۴ پر جناب عیاشی پر خوب تنقید کر کے ان کو مجروح کیا ہے۔ جناب اس حدیث میں جناب عیاشی ہرگز راوی نہیں ہیں بلکہ انھوں نے اپنی تفسیر میں بہ حدیث کل رواۃ سے نقل کی جسطرح آپ نے تنقید الاحادیث میں تمام روایات نقل

سکے ہیں خیر آپ نے تردید التنقید کا جواب تو شائع کر دیا۔ جناب ہماری پیش کردہ حدیث اب تو صحیح مانئے گا۔ میں نے شراب کے نجس ہونے پر بہت سی احادیث تردید التنقید میں تحریر کی ہیں اور تحریر کرنے کے پیشتر ہی سب کے رواۃ دیکھ لئے تھے مگر کیونکہ علماء رجال میں بھی اختلاف ہے اس لئے محمد عباس نے چند راویوں کو فطحی المذہب لکھکر احادیث کو غلط فرما دیا ہے لہذا جن راویوں کو انھوں نے مجروح کیا ہے ان کے حالات بھی ذیل میں ملاحظہ کر لیجئے۔

(۱) عمر بن سعید قوز ادق ابن ہلال الثقفی الکوفی ثقہ۔ رجال شیخ ص ۲۲۳

نوٹ:۔ عمر بن سعید اور بھی راویوں کا نام ہے وہ فطحی ہوں بہرحال سوائے اس عمر بن سعید کے دوسرے عمر بن سعید راویوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نہیں کی ہے لہذا وہ دوسرے راوی ہیں اس روایت سے ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) مصدق بن صدقہ زدق المدائنی اخوہ الحسن کان ثقات رجال شیخ ص ۳۰۱

نوٹ:۔ علامہ کشی نے ان کے بارے میں اختلاف کیا ہے مگر ترجیح انکے ثقہ ہونے پر ہے۔

(۳) عمار بن موسیٰ الساباطی ابو الفضل مولیٰ و اخواہ قیس و صباح رووا عن ابی عبد اللہ و ابی الحسن علیہما السلام و کانوا ثقات فی الروایہ نجاشی ص ۲۰۶

بہرحال جب تنقید کر کے رواۃ ثقہ ثابت کر دئے لہذا ہماری پیش کردہ احادیث صحیح ہیں۔ شراب کی نجاست کے بارے میں بہت سے احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی میں نے پیش کی تھی کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جن برتنوں میں ذمہ مجوسی شراب پیتے ہوں ان برتنوں کو استعمال نہ کرو ورنہ ان کے برتنوں میں کھاؤ یہ حدیث اصول رجال سے بالکل ٹھیک ہے محمد عباس کو کیونکہ صرف تردید شائع کرنا تھی صفحے کیونکر پورے ہوں فوراً اعتراض کر دیا کہ اس روایت سے شراب کی نجاست ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شراب کے برتنوں کو استعمال کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

جواب یہ ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے دو جگہ برتنوں کا ذکر فرمایا ہے ایک جگہ ان کے

کھانے کے برتنوں کو استعمال کرنے کو منع فرمایا ہے اس لئے کہ وہ نجس ہیں پھر اُن برتنوں کو بھی استعمال کرنے کو منع کیا ہے جسمیں شراب پیتے ہیں اس لئے کہ شراب بھی ناپاک ہے اگر ایک ہی دفعہ ان کے برتن استعمال کرنے کو منع فرماتے تو یقینی محمد عباس کا جواب درست ہوتا مگر دو مرتبہ اور پھر شراب کا نام لیکر منع کرنا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن برتنوں کی ناپاکی کی علت محض شراب ہے

احمد البرقی والی حدیث - امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا اگر میرے کپڑوں پر شراب لگجائے تو کیا بغیر دھوئے انہیں کپڑوں میں نماز پڑھ لوں ارشاد ہوا کوئی ہرج نہیں

یہ حدیث خلاف قرآن ہے لہذا غلط ہے گو اصول رجال سے صحیح ہو۔
آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس

اور پھر اجماع امت محمدی صلعم اسی پر ہے کہ شراب ناپاک ہے یہانتک کہ نجاست اس کی حد تواتر کو پہنچ چکی ہے لہذا گو اصول رجال سے حدیث صحیح ہو مگر غلط سمجھی جائے گی۔

نجاسات دیگرہ

بحمدللہ کہ بھائی نے باب نجاسات میں ان چیزوں کو نجس تسلیم کرلیا ہے جو شارع علیہ السلام نے نجس فرمائی ہیں صرف غسل کی ترتیب کے بارے میں ذرا سی لغزش ضرور کی ہے۔

تنقید الاحادیث میں کیونکہ محمد عباس نے ترتیب غسل سے انکار کیا تھا لہذا میں نے غسل ترتیبی کو دلائل عقلی و نقلی سے کتاب سابقہ میں ثابت کردیا ہے۔ بھائی سلمہ شاید اس امر سے بے خبر نہ ہوں گے کہ غسل جنابت کی دو قسمیں ہیں (۱) غسل ترتیبی (۲) غسل ارتماسی اب رد التردید دیکھنے سے پتہ چلا کہ کیونکہ سلمہ کو جواب دینے سے بہت شوق ہے لہذا فوراً میر غسل ترتیبی کا جواب آپ نے غسل ارتماسی میں دے دیا اور امام موسٰی کاظم علیہ السلام کی حدیث غسل ارتماسی کے بارے میں پیش کردی بھائی بارش ہر زمانہ میں اور ہر وقت نہیں

ہوتی ہے یا جس شہر میں بارش ہوا کرتی ہے اور لوگوں کو جب نہانے کی ضرورت ہوتی ہے تو زیادہ تر گھر ہی میں لوٹے اور گھڑے سے سامنا ہوتا ہے اس لئے جوادلہ میں نے غسل ترتیبی کے قائم کئے ہیں وہ اپنے مقام پر اور قول امام علیہ السلام اپنے محل پر بالکل درست ہے مگر جواب آپ کا ایسا ہے سوال از زمیں جواب از آسماں

تائید الاحادیث

رسالۂ اعتقادیہ یہ وہ مکتوب ہے جو امام رضا علیہ السلام نے حسب خواہش ماموں الرشید لکھا تھا جسمیں اصول توحید اور مختصر احکام شرایع تحریر ہیں شیعوں کا بالکل اتفاق ہے کہ یہ رسالہ امام ثامن علیہ السلام کا ہے لہذا تطبیق الاحادیث کے دیکھنے کے بعد دل نے یہی تقاضا کیا کہ آپنے امام کی تحریر پبلک کے سامنے پیش کر کے اصلی مذہب ظاہر کردوں اور اس میں سے مختصر باتیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ورنہ کل باتیں نقل کرنے میں بہت طول ہو جائے گا۔

ماموں الرشید نے امام علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ حجت خدا اسکی مخلوق پر ہیں اور آپ معدن علوم و حکمت ہیں لہذا آپ ہمارے لئے مختصر طور پر اصول دین اور حلال و حرام جمع کردیں پس امام ثامن علیہ السلام نے قلم و دوات اور کاغذ طلب کر کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوّل گواہی دینا ہے اس بات پر کہ کوئی معبود نہیں ہے بجز خدا کے جو واحد ہے ...... اور جناب محمد صلعم اس کے بندہ اور رسول ہیں اور برگزیدہ ہیں اسکی مخلوق پر ...... اور خدا نے آنحضرت پر قرآن نازل فرمایا وہ کتاب حق ہے فاتحہ سے لیکر خاتمہ تک ...... اور حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اور وصی بلافصل ہیں اور ان کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ امام ہیں جو سید اور سردار ہیں جوانان بہشت کے اور بعد انکے ...... تا آخر قائم آل محمدؐ مہدی آخر الزماں حجت خدا ہیں اور زمین حجت خدا سے کسی وقت خالی نہیں رہتی ہے .... اور

وضو

اسطرح سے کرنا چاہئے جسطرح خدا نے حکم دیا ہے اپنی کتاب میں وہ منھ اور ہاتھوں کا دھونا ہے کہنیوں تک اور مسح کرنا سر کا اور پیروں کا اور دھونا منھ اور ہاتھوں کا ایک مرتبہ فرض ہے اور دو مرتبہ دھونا سنت ہے اور جس نے دو مرتبہ سے زیادہ دھویا وہ گنہگار ہے اور وضو نہیں ٹوٹتا ہے مگر ریح کے صادر ہونے سے اور بول و غائط کے آنے سے اور نوم غالب سے اور جنابت سے اور جس نے مسح موزہ کیا پس اس نے مخالفت کی خدا اور اسکے رسولؐ اور اسکی کتاب کی اور نہ درست ہوگا وضو اسکا اور نماز اسکی اور نہیں ہے ایسے شخص کیلئے ایمان کیونکہ جناب امیرؑ نے مخالفت کی ہے مسح خفین سے کہا عمر ابن خطاب نے کہ میں نے رسول خدا صلعم کو مسح علی الخفین کرتے دیکھا ہے فرمایا جناب امیرؑ نے کہ قبل نزول سورۂ مائدہ کے یا بعد اسکے تب کہا عمر نے یہ میں نہیں کہسکتا پس فرمایا حضرت علیؑ نے کہ میں جانتا ہوں کہ رسول خدا نے سورۂ مائدہ نازل ہونیکے بعد موزوں پر مسح نہیں فرمایا۔

بیان اغسال واجب

اور فرمایا امام رضا علیہ السلام نے کہ اغسال واجب سے غسل جنابت اور مس میت اور غسل حیض و نفاس اور استحاضہ ہیں۔

اور اغسال مسنونہ

سے غسل عیدین اور غسل کرنا مکہ اور مدینہ میں داخل ہونیکے لئے اور غسل زیارت۔ غسل احرام اور غسل کرنا یوم عرفہ کو اور شب اوّل ماہ رمضان میں اور رمضان کی شب ہفدہم۔ شب نوزدہم اور شب بست و یکم اور شب بست و سوم کو غسل کرنا سنت ہے۔

بیان تعداد رکعات فرائض

ظہر کی چار اور عصر کی چار رکعتیں فرض ہیں اور مغرب کی تین اور عشا کی چار رکعتیں فرض اور

صبح کی دو رکعتیں فرض ہیں۔

فضیلت جماعت

اور فضیلت نماز جماعت کی فرادا پر ایک رکعت ایکہزار رکعت کے برابر ہے اور فاسق
فاجر کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

بیان زکوٰۃ

اور زکوٰۃ فرض ہے سو درہموں سے پانچ درہم اور نہیں واجب ہے اس سے کم میں کوئی شے
پھر جبکہ ہوں چالیس درہم تو واجب ہے اس سے ایک درہم اور جبتک ایک سال گذر نجا
تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتا اور ندو زکوٰۃ کو مگر اسکے مستحق لوگونکو اور امام کے جاننے والوں کو

خمس

ایک مرتبہ دینا واجب ہے

بیان روزہ ہائے رمضان

رمضان کا چاند دیکھنے پر موقوف ہے اور تمام ہوتا ہے روزہ رات کے داخل
ہونے پر اور تراویح بدعت ہے۔

حج

حج کرنا فرض ہے اسکے واسطے جو استطاعت رکھتا ہو حج کی وہ راحلہ اور تندرستی کے

بیان گناہان کبیرہ

بھاگنا ہے میدان جنگ سے اور یتیموں کا مال ظلم کرکے کھانا اور کھانا گوشت میتہ کا اور
کھانا خون اور لحم خنزیر کا اور اس چیز کا کھانا جو سوائے نام خدا کسی اور کے نام سے
ذبح کیجاوے اور سود کھانا۔ قمار بازی کرنا۔ کم تولنا زنان شوہر دری پر تہمت لگانا اور
لواطہ کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اللہ کی سزا سے

ن میں رہنا ظالموں کی اعانت کرنا قسم جھوٹی کھانا اور حقوق حبس کرنا جھوٹ بولنا
تکبر کرنا۔ اسراف کرنا۔ خیانت کرنا اور گواہی چھپانا۔ حج کے بجالانے پر استخفاف کرنا
دوستان خدا کی حقارت کرنا۔ مشغول لہو ولعب ہونا خدا کے ذکر سے منھ پھیر لینا
گانا۔ سنکھ بجانا اور گناہان صغیرہ پر اصرار کرنا شراب کا حلال جاننا اگرچہ وہ کم ہو
یا زیادہ اور ہر سکر کرنیوالی شے حرام ہے۔

بیان جانوران حلال و حرام کا

اور حرام ہے وہ پرندہ جسکا پر مارنا صف پر غالب نہ ہو اور وہ پرند حلال ہے جو سنگدانہ
یا پوٹہ رکھتا ہو اور اسکا پر کا مارنا صف پر غالب ہو اور انڈا وہ حلال ہے جسکے دونوں
رخ مختلف ہوں۔ مکھیاں حرام ہیں اور دریائی جانوروں سے حرام ہیں مارماہی وجریث
اور وہ مچھلی جسپر چھلکے نہ ہوں کیونکہ یہ مسوخات سے ہیں اور کل مسوخات حرام ہیں
اور وہ مچھلی حلال ہے جو چھلکہ دار ہو۔

جہاد

جہاد امام عادل کے ساتھ واجب ہے اور جو شخص اپنا مال بچانے میں قتل کیا جاوے وہ
شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے اور
یہودیوں و نصرانیوں کو تقیہ کی جگہوں پر قتل نہ کرنا چاہئے مگر یہ کہ وہ قاتل اور باغی ہو یا
جسکو اپنی جان یا اپنے اصحاب کی جان کا خوف ہو۔

تقیہ

اور تقیہ شہر تقیہ میں واجب ہے اور کچھ گناہ اس پر نہیں جسنے تقیہ سے قسم کھائی ہو اور
اس سے ضرر کو اپنے نفس سے دور کر دے۔

نوٹ۔ لہذا آپنے دونوں کتابوں میں جو باتیں کلام امام کے موافق ہوں اُن کو رہنے دیجئے اور جو مخالف
اُن کو کاٹ کر اپنی غلطی کا اعلان کر دیجئے۔ یا اس رسالہ کو ثابت کر دیجئے کہ یہ امام رضا علیہ السّلام کا
رسالہ نہیں ہے۔ فقط والدعا۔ ثواب کا طالب۔ سید محمد حسین

اشتہار

(۱) تردید التنقید بجواب تنقید الاحادیث — قیمت

(۲) ابطال باطل بجواب رد التردید — " ۴

(۳) تائید الاحادیث بجواب تطبیق الاحادیث — " ۴/

(۴) تحقیق حق بجواب اظہار حق — " ۵

(۵) ترجمہ اُصول الکافی کتاب العقل والجہل — " ۵

المشتہر

منیجر الہادی نواب صاحب کا پھاٹک

بازار رام نراین کانپور

(باہتمام خواجہ ظہر الواحد انتظامی پریس کانپور طبع شد)